الکھنؤ

# تعمیر حیات

پندرہ روزہ

## اپنی فکر کرو

حضرت ابو امیہ شعبانی رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے ابو ثعلبہ خشنی رضؓ سے پوچھا کہ تم اس آیت "عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ" کا کیا مطلب سمجھتے ہو، انھوں نے جواب میں فرمایا، تم نے ایک واقف و باخبر سے اس آیت کا مطلب معلوم کیا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: آیت کا مطلب یہ ہے نیکیوں کو اپناؤ، اور برائی سے بچو، جب دیکھو کہ لالچ کا دور دورہ ہے اور لوگ خواہشاتِ نفس کے غلام بن چکے ہیں، دنیا کو (دین پر) ترجیح و اولیت حاصل ہے، ہر شخص اپنے خیال و رائے کو سب سے بہتر سمجھتا ہے تو تم اپنے نفس کی فکر کرو، عوام سے کنارہ کش رہو، تمہیں بڑے ناگفتہ بہ حالات سے واسطہ پڑنے والا ہے، جن میں دین پر قائم رہنا اتنا ہی مشکل ہوگا جتنا ہاتھ میں آگ کا انگارہ لینا، اس نازک دور میں دین پر عمل کرنے والے کو اس جیسے پچاس عمل کرنے والوں کا اجر ملے گا۔

(ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ)

۱۰ر دسمبر ۱۹۸۱ء · زر سالانہ: بیس روپے · فی کاپی: ایک روپیہ

Regd. No. LW/NP 56

Phone:- 42344 / 49747

# TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

Nadwatul-ulama Lucknow-226007 (India)

آپ حضرات کے علم میں ہے کہ دار العلوم ندوۃ العلماء عالم اسلام کا ایک بڑا علمی و دینی مرکز ہے جو حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کی سرپرستی میں بفضلہ تعالیٰ اہم دینی و علمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ ہندوستان کے علاوہ بیرونی ممالک، افریقہ، ملیشیا، تھائی لینڈ، یوگنڈہ، عمان، انڈونیشیا، تبت وغیرہ کے طلبہ بھی زیر تعلیم ہیں۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کی خوبصورت و عالیشان مسجد ابھی چند سال قبل توسیع کے مرحلہ سے گذر چکی ہے، جس میں اہل خیر حضرات نے دل کھول کر حصہ لیا تھا لیکن چند ہی برسوں میں طلبہ کی تعداد بڑھ جانے نیز جمعہ و عیدین میں قرب و جوار کے نمازیوں کی آمد کے سبب مسجد پھر بہت تنگ ہونے لگی، اکثر شامیانہ لگانا پڑتا ہے۔ باہر سے آئے ہوئے معزز مہمانوں نے بھی اس تنگی کو محسوس کر کے توسیع کی طرف متوجہ کیا مگر اس ہوش ربا گرانی کے زمانہ میں اتنے بڑے کام کا شروع کرنا آسان نہ تھا تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے بھروسہ پر بروز جمعہ ۲ رجب ۱۴۰۱ھ مطابق ۸ مئی ۱۹۸۱ء بوقت اشراق حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم کے ہاتھوں اس مبارک کام کا آغاز کر دیا گیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے توقع ہے کہ اپنے گھر کی توسیع کے مراحل آسان فرمائے گا، موجودہ گرانی کے دور میں یقیناً یہ ایک اہم اور بڑا کام ہے، جس کے مصارف کا تخمینہ پانچ لاکھ سے کچھ زائد ہے۔

زیر تعمیر اضافہ انشاء اللہ تین منزلہ ہوگا اور مسجد کے مسقف حصہ کے بقدر انشاء اللہ توسیع ہو کر نمازیوں کیلئے دوگنی گنجائش نکل آئے گی۔

دار العلوم کی مسجد کی تعمیر عام مسلمانوں کے تعاون سے ہی ہوئی تھی جس میں خواتین نے بھی ہمت اور حوصلہ سے حصہ لیا تھا، امید ہے کہ اہل خیر حضرات اس مبارک کام میں فراخدلی کے ساتھ حصہ لیں گے۔

"مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ" (جس نے اللہ (کی عبادت) کے لئے مسجد بنائی اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا)۔

(مولانا) محب اللہ صاحب ندوی · (مولانا) معین اللہ صاحب ندوی · (جناب) مصباح الدین

نوٹ: منی آرڈر، چیک اور ڈرافٹ بھیجنے کا پتہ: ناظم ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳، ندوہ، لکھنؤ

# تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۱۹ | ۱۰ دسمبر ۱۹۸۱ء | ۱۲ صفر ۱۴۰۲ھ | شمارہ نمبر ۳



شرح تعاون

| | |
|---|---|
| اندرون ملک | پچاس روپے |
| فی پرچہ | ایک روپیہ |
| بیرون ملک بحری ڈاک، جو ممالک ہوائی ڈاک | ۵ پونڈ |
| ایشیائی ممالک | ۷ پونڈ |
| افریقی ممالک | ۸ پونڈ |
| یورپ و امریکہ | ۱۰ پونڈ |


اداریہ

محمود الازہار ندوی

## ایمان و عقیدہ کی جنگ

طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر راکٹوں اور توپوں کے ذریعہ یورپ نہیں پہونچے، محمود غزنوی نے ہندوستان پر توپوں اور ہوائی جہازوں سے حملہ نہیں کیا بلکہ ان لوگوں نے عقیدہ اور ایمان سے حملہ کیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مشعل راہ بنایا انھوں نے زمین کو ہوائی جہازوں کے ذریعہ طے نہیں کیا، قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کو ایمان و عقیدہ اور اللہ رب العالمین پر یقین کے ذریعہ پاش پاش کیا۔ ان جذبات اور خیالات کا اظہار افغان مجاہدین کے متحدہ سربراہ جناب عبدرب رسول سیاف نے کیا۔ انھوں نے یہ تقریر مکہ میں دار الافتاء ریاض کے سربراہ جناب عبدالعزیز بن باز کی دعوت پر توعیہ اسلامی کے آخری جلسہ میں کی تھی۔

یہ حقیقت ہے کہ ہر شخص چاہے وہ ترقی یافتہ ممالک سے تعلق رکھتا ہو یا ترقی پذیر ممالک سے یا دائیں بازو سے تعلق رکھتا ہو یا بائیں بازو سے، یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ روس کو افغانستان میں بُرے دن دیکھنے پڑ رہے ہیں اور اپنی بہترین از موجودہ فوجوں کے باوجود کامیابی ہونا تو دور کی بات ہے اپنا وجود برقرار رکھنا دشوار ہو رہا ہے بلکہ اسے افغانستان سے نکلنے کے لئے باعزت راہ جو اس کے نزدیک قابل قبول ہو تلاش کر رہا ہے اور اس پر کوئی مدد کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

افغان مجاہدین کے پاس نہ تو اسلحہ ہیں اور نہ ہی جدید ٹکنالوجی ہے اور نہ ہی ان کو بیرونی طاقتور امداد مل رہی ہے اور نہ ہی ان کے پاس بڑی طاقتوں کے مشیر ہیں، ان کے پاس اسلحہ کے کارخانے بھی جدید طرز کے نہیں ہیں مگر ان کے پاس طاقت ایمانی ہے، انکو خدا پر بھروسہ ہے اور وہ جذبہ جہاد سے سرشار ہیں اور اس جذبہ کی وجہ سے انکے قبضہ میں ملک کا ۹۰ فیصد ہے روس صرف ۱۰ فیصد علاقے پر جو سرکاری عمارتوں کی حد تک محدود ہے قابض ہیں، اور دن میں تو وہ تھوڑے بہت گھوم پھر لیتے ہیں مگر راتوں کو اپنے نامعلوم ٹھکانوں سے نہیں نکلتے ہیں اور پورا افغانستان مجاہدین کے کنٹرول میں چلا جاتا ہے۔ یہ صورت حال زیادہ دن تک نہیں چل سکتی ہے اور ایک نہ ایک دن اس کا خاتمہ ہونا ہے اور خارجی عناصر کو نکلنا ہے۔ اس وقت بھی افغانستان کے پنجشیر علاقہ میں افغانیوں کی آزاد حکومت قائم ہے اور اس بات کی توثیق گار جین کے فرانسیسی نامہ نگار ایڈ ورگ رفنے نے کیا ہے جس نے حال میں افغانستان کا دورہ کیا تھا اس حکومت کے پاس اپنا ٹرانسپورٹ ہے مجاہدین کی ٹریننگ کے لئے پورا انتظام ہے اور تعلیم کے لئے ابتدائی اسکول ہے۔

افغان مجاہدین کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ سوائے چند روس نواز یا کرسی نواز افراد کے علاوہ ہر شخص جنگ کو اپنی جنگ سمجھتا ہے ہر شخص اس کو دینی جنگ سے تعبیر کرتا ہے، ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ روسی قبضہ جمانے کے لئے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ملک کا دفاع کریں اپنے دین کی حفاظت کریں، ایمان و یقین کی جنگ لڑیں، اگر کامیاب ہوئے تو غازی اور کام آ گئے تو شہید۔ اب تک افغانستان ۸ لاکھ نفوس کو قربان کر چکا ہے اور انکی ہمت ٹوٹنے، جذبہ سرد پڑنے کے بجائے اس میں شدت آتی جا رہی ہے اور اب تو بچہ بچہ نے روس کے خلاف اسلحہ اٹھا لیا ہے اور ایک مقصد کے تحت روسیوں کا تعاقب کر رہے ہیں وہ راتوں کو خفیہ طور پر شب نامے تقسیم کرتے ہیں، پوسٹر لگاتے ہیں، دیواروں پر مرگ بر شوروی روس اور روسی مردہ آباد، اور مرگ بر ببرک کارمل، ببرک کارمل مردہ باد کے نعرے لکھتے ہیں اور کم عمر مجاہدین کا گروپ متعدد پرچمی اور خلقی افسران کو ہلاک کر چکے ہیں اور طبشیا کمانڈر کو ہلاک کر چکے ہیں۔

افغان مجاہدین بے سروسامانی کے باوجود اپنے وجود کو باقی رکھے ہوئے ہیں، ان کے پاس قوت ایمانی ہے، حمیت دینی ہے، برخلاف اس کے ہمارے مسلم ممالک کا حال یہ ہے کہ وہاں پر ایمان و یقین کی طاقت مفقود ہے۔ حکمراں طبقہ عوام کا خون کرتا جا رہا ہے بلکہ حکمراں طبقہ جو اسلام و ایمان کا نام لیکر کرسی تک پہونچا تھا سب سے پہلے وہ اس کو فراموش کر دیتا ہے اور کسی ادارے ۱۶، اور جدید قسم کی ٹکنالوجی کا حصول اپنے نظام کو جھنجوڑ اور وسائل کو وسیع کرنے کے لئے کوئی قابل جرم چیز نہیں ہے لیکن کامیابی ان کو اسی وقت ملے گی جب حرارت ایمانی ہو، عقیدہ توحید ہو، دینی حمیت ہو، وہ اس کے ذریعہ اسلام دشمن طاقتوں کے دانت کھٹے کر سکتے ہیں اور اپنے مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب جب مسلمانوں نے اس حرارت کو اپنے سینے سے لگایا وہ کامیاب و کامران ہوئے اور قریب ترین زمانہ میں ترکی کی قبرص میں پیش قدمی اور ۱۹۷۳ء میں مصر کی اسرائیل پر پیش قدمی، عمران

(بقیہ ص ۱۵ پر)


اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ بیس روپے ارسال فرمائیے۔ اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو وی۔ پی سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی۔ پی خرچ Rs.23/75 کے مطالبہ میں وی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔




کتاب و سنت سے

## خدا پر توکل و بھروسہ

مولانا سید عبدالحی حسنی رح

آیات:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ (سورۂ انفال آیت ۲)

مومن تو وہ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے، اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

---

وَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝ (سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹)

اور جب (کسی کام کا) عزم مصمم کر لو تو خدا پر بھروسہ رکھو بیشک خدا بھروسہ رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

---

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (سورۂ فرقان آیت ۵۸)

اور اس (خدائے) زندہ پر بھروسہ رکھو جو (کبھی) نہیں مرے گا۔

---

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔ (سورۂ طلاق آیت ۳)

اور جو خدا پر بھروسہ رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔

---

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں تھے تو کفار قریش ہماری تلاش میں غار ثور کے اوپر پہنچ گئے، مشرکین کے قدم مجھے نظر آئے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اللہ کے نبی! ان میں اگر کوئی اپنے پاؤں کے نیچے کی طرف دیکھے تو ہم کو دیکھ لے گا، آپ نے میری بات سنکر فرمایا، ابوبکر! ان دو کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا ساتھی اللہ ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو منتر نہیں کراتے اور شگون بد نہیں لیتے اور اپنے پروردگار پر توکل و بھروسہ کرتے ہیں۔ (متفق علیہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے اللہ ہمارے لئے کافی ہے وہ کیا خوب مددگار ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں ڈالے گئے تو یہی کلمات فرمائے تھے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ لوگ متحد ہو کر آپ لوگوں کے خلاف جمع ہو گئے ہیں آپ لوگ ان سے ڈریں تو اس خبر نے ان کے ایمان کو بڑھا دیا اور آپ نے اور صحابہؓ نے یہی کلمات فرمائے تھے۔ قالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت میں کچھ ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کے دل چڑیوں جیسے ہوں گے (یعنی خدا پر بھروسہ کرنے والے جیسے چڑیاں کہ وہ کچھ جمع نہیں کرتیں، صبح بھوکے پیٹ نکلتی ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس آتی ہیں)۔ (مسلم)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر کما حقہٗ بھروسہ کرو تو تم کو اس طرح وہ رزق عطا کرے جیسے چڑیوں کو عطا کرتا ہے کہ صبح کو وہ خالی پیٹ نکلتی ہیں اور شام کو آسودہ اور پیٹ بھرے ہوئے واپس ہوتی ہیں۔ (ترمذی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو بھائی تھے، ان میں ایک صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اور دوسرے کاروبار کرتے تھے۔ کاروبار کرنے والے بھائی نے اپنے دوسرے بھائی کی جو بارگاہ نبوی میں حاضر ہوتے تھے شکایت کی کہ یہ کاروبار میں ہاتھ نہیں بٹاتے۔ آپ نے فرمایا شاید تم کو اسی کی وجہ سے روزی ملتی ہو۔ (ترمذی)

## خدا کا پاس و لحاظ

تقویٰ کا اول درجہ یہ ہے کہ شرک سے بچے۔ دوسرا یہ کہ معاصی سے بچے، اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ مشکوک چیزوں تک سے بچے۔

آیات:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ (آل عمران۔ آیت ۱۰۲)

مومنو! خدا سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔

---

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ (تغابن۔ ۱۶)

سو جہاں تک ہو سکے خدا سے ڈرو۔

---

إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ۔ (سورۂ انفال آیت ۲۹)

اگر تم خدا سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لئے امر فارق پیدا کر دے گا (یعنی تم کو ممتاز کر دے گا)۔ اور تمہارے گناہ مٹا دے گا اور تمہیں بخش دے گا۔

---

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ (سورۂ طلاق آیت ۲ - ۳)

اور جو کوئی خدا سے ڈرے گا وہ اس کے لئے (رنج و محن سے) مخلصی (کی صورت) پیدا کر دے گا۔

---

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔ (سورۂ حجرات آیت ۱۳)

اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

---

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دنیا بڑی پیاری و پرکشش ہے، اللہ تعالیٰ تم کو اس میں خلیفہ بنانے والا ہے، پھر دیکھے گا کہ تم کیا کردار پیش کرتے ہو تم دنیا اور عورتوں سے بچو، بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ عورتوں میں اٹھا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوذر اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرمایا: ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور کوئی گناہ و برائی ہو جائے تو فوراً نیکی کرو، نیکی برائی کے اثر کو مٹا دیتی ہے، اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آیا کرو۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسی چیز لوگوں کو سب سے زیادہ جہنم میں لیجانے والی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ منہ اور شرمگاہ، آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں کو جنت میں سب سے زیادہ کون سی چیز داخل کریگی؟ تو آپ نے فرمایا، خدا کا پاس و لحاظ اور اچھے اخلاق۔ (ترمذی)

(باقی ص ۶ پر)

# علم کا مقام
## اور
# اہل علم کی ذمہ داریاں

میرا عقیدہ ہے کہ علم ایک اکائی ہے، جو بٹ نہیں سکتی، اس کو قدیم و جدید، شرقی و مغربی، نظری و عملی میں تقسیم کرنا صحیح نہیں، اور جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے ؎

دیل کم نظری قصۂ جدید و قدیم

میں علم کو ایک صداقت مانتا ہوں جو خدا کی وہ دین ہے جو کسی ملک و قوم کی ملک نہیں اور نہ ہونی چاہئے، مجھے علم کی کثرت میں بھی وحدت نظر آتی ہے، وہ "وحدت" سچائی ہے، سچ کی تلاش ہے، علمی ذوق ہے، اور اس کو پانے کی خوشی ہے، اس کے باوجود میں جناب چانسلر صاحب، وائس چانسلر صاحب، اور اس جامعہ کے ذمہ داروں کا شکر گذار ہوں کہ انھوں نے اپنے ایک علمی اعزاز کے لئے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا جس کا انتساب اور تعلق قدیم طرز تعلیم سے ہے۔

میں علم، ادب، شاعری، فلسفہ، حکمت کسی میں اس اصول کا قائل نہیں ہوں کہ جو اس کی "وردی" پہن کر آئے، وہی "عالم" اور "دانشور" ہے اور یہ مان لیا گیا ہے کہ جس کے جسم پر وردی نہ ہو وہ نہ مستحق خطاب ہے، نہ لائق سماعت، بدقسمتی سے ادب و شاعری میں بھی یہی حال ہے، جو ادب کی دکان نہ لگائے اور اس پر ادب کا سائن بورڈ آویزاں نہ کرے اور ادب کی وردی پہن کر ادبی محفل میں نہ آئے وہ "بے ادب" ہے، لوگوں نے ان پیدائشی ادیبوں اور شاعروں کا قصور کبھی معاف نہیں کیا، جن کے جسم پر وہ وردی دکھائی نہ دیتی ہو، یا جن کو بدقسمتی سے ان وردیوں سے کوئی وردی نہ مل سکی ہو، میں علم کی آفاقیت اور علم کی تازگی کا قائل ہوں جس میں خدا کی رزاقی ہر دور میں شامل رہی ہے، اگر خلوص ہے اور سچی طلب ہے تو خدا کی طرف سے کسی وقت فیضان میں کمی نہیں۔

حضرات!

اس موقر دانشگاہ کے جلسۂ تقسیم اسناد میں جو فلک بوس ہمالیہ کی ایک سرسبز حسین وادی میں منعقد ہو رہا ہے، مجھے بے اختیار وہ واقعہ یاد آتا ہے جب عرب[1] کے ایک خشک علاقہ میں ایک پہاڑ پر جو نہ بلند تھا اور نہ سرسبز، تقریباً چودہ سو سال پہلے پیش آیا تھا، اور جس نے تاریخ انسانی ہی نہیں بلکہ تقدیر انسانی پر ایسا گہرا اور لازوال اثر ڈالا ہے جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، اور جس کا اس "لوح و قلم" سے خاص تعلق ہے، جس پر علم و تہذیب، اور تحقیق و تصنیف کی اساس ہے، اور جس کے بغیر نہ یہ عظیم دانشگاہیں وجود میں آتیں اور نہ یہ وسیع کتب خانے،

[1] اس موقع پر عرض ہے کہ گو وہ سرزمین خشک اور وہ پہاڑ غیر سرسبز تھا، لیکن حفیظ جالندھری نے خوب کہا ہے ؎
نہیں پر کچھ انوکھی ہے نرالا ہر جواں کھلتی ہیں ... مگر اس سرزمیں سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں

اس خطبہ کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے کشمیر یونیورسٹی کے ساتویں کانووکیشن منعقدہ ۲۹ر اکتوبر ۸۱ء میں ڈاکٹر آف لٹریچر (D. LET) کی اعزازی ڈگری پیش کئے جانے کے موقع پر پڑھا، اس میں کشمیر یونیورسٹی کے چانسلر جناب بی. کے. نہرو، پرو چانسلر شیخ محمد عبداللہ وزیر اعلیٰ کشمیر، وائس چانسلر ڈاکٹر وحید الدین ملک، اور اساتذہ جامعہ، فضلاء کرام اور معزز حاضرین موجود تھے۔

جس سے دنیا کی زینت اور زندگی کی قدر و قیمت ہے، میری مراد پہلی وحی کے واقعہ سے ہے جو ۱۲ر فروری ۶۱۰ء کے لگ بھگ نبی عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ کے قریب غار حرا میں نازل ہوئی، اس کے الفاظ یہ تھے:۔

| | |
|---|---|
| اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ | (اے محمد) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو |
| خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ | جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کی |
| وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ | پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور تمہارا پروردگار |
| بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ | بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، |
| (سورۂ علق ۱ تا ۵) | اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔ |

خالق کائنات نے اپنی وحی کی اس پہلی قسط اور باران رحمت کے اس پہلے چھینٹے میں بھی اس حقیقت کے اعلان کو مؤخر و ملتوی نہیں فرمایا کہ علم کی قسمت قلم سے وابستہ ہے، غار حرا کی اس تنہائی میں جہاں ایک نبی امی اللہ کی طرف سے دنیا کی ہدایت کے لئے پیغام لینے گیا تھا، اور جس کا یہ حال تھا کہ اس نے قلم کو حرکت دینا خود بھی نہیں سیکھا تھا، جو قلم کے فن سے یکسر واقف نہ تھا، کیا دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر کہیں مل سکتی ہے؟ اور اس بلندی کا تصور بھی ہو سکتا ہے کہ اس نبی امی پر ایک امت امی اور ایک ناخواندہ ملک کے درمیان (جہاں جامعات اور دانشگاہیں تو بڑی چیز ہیں حرف شناسی بھی عام نہیں تھی) پہلی بار وحی نازل ہوتی ہے، اور آسمان و زمین کا رابطہ صدیوں کے بعد قائم ہوتا ہے تو اس کی ابتدا ہوتی ہے "اِقْرَأْ" سے جو خود پڑھا ہوا نہیں تھا، اس پر جو وحی نازل ہوتی ہے، اس میں اس کو خطاب کیا جاتا ہے کہ "پڑھو" یہ اشارہ تھا اس طرف کہ آپ کو جو امت دی جانے والی ہے، وہ امت صرف طالب علم ہی نہ ہوگی بلکہ معلم، عالم اور علم آموز ہوگی، وہ علم کی اس دنیا میں اشاعت کرنے والی ہوگی، جو دور آپ کے حصہ میں آیا ہے، وہ دور "امیت" کا دور نہیں ہوگا، وہ دور وحشت کا دور نہیں ہوگا، وہ دور جہالت کا دور نہیں ہوگا، وہ دور علم دشمنی کا دور نہیں ہوگا، وہ دور علم کا دور ہوگا، عقل کا دور ہوگا، حکمت کا دور ہوگا، تعمیر کا دور ہوگا، انسان دوستی کا دور ہوگا، وہ دور ترقی کا دور ہوگا۔

"بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ" (اس پروردگار کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا) بڑی غلطی یہ تھی کہ علم کا رشتہ رب سے ٹوٹ گیا تھا، اس لئے علم سیدھے راستے سے ہٹ گیا تھا، اس ٹوٹے ہوئے رشتہ کو یہاں جوڑا گیا، جب علم کو یاد کیا گیا اس کو یہ عزت بخشی گئی تو اس کے ساتھ ساتھ اس کی بھی آگاہی دی گئی کہ اس علم کی ابتدا "اسم رب" سے ہونی چاہئے، اس لئے کہ علم اسی کا دیا ہوا ہے، اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور اسی کی رہنمائی میں یہ متوازن ترقی کر سکتا ہے، یہ دنیا کی سب سے بڑی انقلاب آفریں، انقلاب انگیز اور صاعقہ آسا آواز تھی جو ہماری دنیا کے کانوں نے سنی تھی، جس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا، اگر دنیا کے ادیبوں اور دانشوروں کو دعوت دی جاتی کہ آپ لوگ قیاس کیجئے کہ جو وحی نازل ہونے والی ہے اس کی ابتدا کس چیز سے ہوگی؟ اس میں



کس چیز کو اولیت دی جائے گی؟ تو میں سمجھتا ہوں کہ ان میں سے ایک آدمی بھی جو اس امی قوم اور اس کے مزاج اور دماغ سے واقف تھا، یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اقرأ کے لفظ سے شروع ہوگی۔

یہ ایک انقلاب انگیز دعوت بھی کہ علم کا سفر خدائے حکیم و علیم کی رہنمائی میں شروع کیا جانا چاہئے اس لئے کہ یہ سفر بہت طویل، بہت پرپیچ اور بہت پرخطر ہے، یہاں دن دھاڑے قافلے لٹتے ہیں، قدم قدم پر مہیب و عمیق گھاٹیاں ہیں، گہرے دریا ہیں، قدم قدم پر سانپ اور بچھو ہیں، اس لئے اس میں ایک رہبر کامل کی رفاقت ہونی چاہئے اور وہ رہبر کامل حقیقتاً خدا کی ذات ہے، مجرد علم، ادب نہیں، وہ علم مقصود نہیں جو بیل بوٹے بنانے کا نام ہے، جو محض کھلونوں سے کھیلنے کا نام ہے، وہ علم نہیں جو محض دل بہلانے کا نام ہے، وہ علم نہیں جو ایک کو دوسرے سے لڑانے کا نام ہے، وہ علم نہیں، جو قوموں کو قوموں سے ٹکرانے کا نام ہے، وہ علم نہیں جو اپنے معدہ کی خندق کو بھرنے کا ذریعہ سکھانے کا نام ہے، وہ علم نہیں جو زبان کو صرف استعمال کرنا سکھاتا ہے، بلکہ "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝" پڑھو تمہارا رب بڑا کریم ہے، وہ تمہاری ضرورتوں سے تمہاری کمزوریوں سے کیسے ناآشنا ہو سکتا ہے؟ "اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ" آپ خیال کیجئے کہ قلم کا رتبہ اس سے زیادہ کس نے بڑھایا ہوگا کہ اس غار حرا کی پہلی وحی نے بھی قلم کو فراموش نہیں کیا، وہ قلم جو شاید ڈھونڈنے سے بھی مکہ کے کسی گھر میں ملتا، اگر آپ اسے تلاش کرنے کے لئے نکلتے تو معلوم نہیں کسی ورقہ بن نوفل[1] کے یا کسی "کاتب"[2] کے جو دیار عجم سے کچھ لکھنا پڑھنا سیکھ کر آیا ہو گھر میں ملتا۔

اور پھر ایک بہت بڑی انقلاب انگیز اور لافانی حقیقت بیان کی کہ علم کی کوئی انتہا نہیں، "عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ" انسان کو سکھایا جس کا اس کو پہلے سے علم نہ تھا، سائنس کیا ہے؟ ٹکنالوجی کیا ہے؟ انسان چاند پر جا رہا ہے، خلا کو ہم نے طے کر لیا ہے، دنیا کی طنابیں کھینچ لی ہیں، یہ سب "عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ" کا کرشمہ نہیں تو کیا ہے؟

حضرات!

اجازت دیجئے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر وادی علم کے ایک مسافر کی حیثیت سے کچھ مشورے کچھ تجربے پیش کروں۔

جامعات کا پہلا کام سیرت سازی ہے، یونیورسٹی ایسا کیرکٹر بنائے جو اپنے ضمیر کو بقول اقبال ایک کف جو کے بدلے میں بیچنے کے لئے تیار نہ ہو، آج کل کے فلسفے اور نظام یہ سمجھتے ہیں کہ اس بازار میں سب کی قیمت مقرر ہے، کوئی اگر کم قیمت پر نہیں خریدا جا سکتا تو زیادہ قیمت پر خرید لیا جائیگا، ایک جامعہ کی حقیقی کامیابی یہ ہے کہ وہ سیرت سازی کا کام کرے، وہ ایسے صاحب علم افراد پیدا کرے جو اپنے ضمیر کا سودا نہ کر سکیں، جن کو دنیا کی کوئی طاقت، کوئی تخریبی فلسفہ، کوئی غلط دعوت و تحریک کسی دام خرید نہ سکے، جو اقبال کے الفاظ میں پورے اعتماد و افتخار کے ساتھ کہہ سکیں ؎

کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں میں ۔۔۔ غلام طغرل و سنجر نہیں میں
جہاں بینی مری فطرت ہے لیکن ۔۔۔ کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

دوسرا فرض یہ ہے کہ ہماری جامعات سے ایسے نوجوان نکلیں جو اپنی زندگیاں حق و صداقت

[1] عہد بعثت کے ایک عرب فاضل جو توراۃ و انجیل کے بڑے عالم تھے، اور عبرانی زبان سے خوب واقف تھے۔ [2] عرب میں پڑھے لکھے آدمی کو "کاتب" کہتے تھے۔

اور علم و ہدایت کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار رہیں، جن کو کسی کے لئے بھوکا رہنے میں وہ لذت آئے جو کسی کو پیٹ بھر کر کھانے اور ذائقے و نوشی میں آتی ہے، جن کو کھونے میں وہ مسرت حاصل ہو جو بعض اوقات کسی کو پانے میں نہیں ہوتی، جو اپنی جوانی کی بہترین توانائیاں، ذہن کی بہترین صلاحیتیں اور اپنے جامعہ کا بہترین عطیہ جس سے ان کی جھولی بھر دی گئی ہے انسانیت کو تباہی سے بچانے کے لئے صرف کریں۔

دانشگاہوں کو دیکھنا چاہئے کہ وہ اعلیٰ صلاحیت کے لوگ کتنی تعداد میں پیدا کر رہی ہیں، میں صفائی سے کہتا ہوں کہ اب کسی ملک کی یہ تعریف نہیں کہ وہاں بڑی تعداد میں یونیورسٹیاں ہیں، یہ کوتاہ نظری اب بہت پرانی ہو گئی ہے، سوال یہ ہے کہ علم کے شوق میں جستجو کی راہ میں علم و اخلاق کے پھیلانے اور برائیوں، بداخلاقیوں، سفاکی و درندگی، دولت و قوت کی پرستش کو روکنے کے لئے کتنے آدمی اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں، اپنی قوم کو صاحب شعور، مہذب اور باضمیر قوم بنانے کے لئے کتنی تعداد میں نوجوان موجود ہیں، جو اپنی ذاتی سربلندی اور ترقی سے آنکھیں بند کر کے اس مقصد کے لئے اپنے کو وقف کرتے ہیں، اصل معیار یہ ہے کہ کتنے نوجوان ایسے ہیں جو دنیا کی تمام آسائشوں اور ترقیوں سے آنکھیں بند کر کے کسی گوشے میں ٹھوس علمی و تعمیری کام کر رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ادب، شاعری، فنون لطیفہ، حکمت و فلسفہ، تصنیف و تالیف سب کا مقصد یہ ہے کہ ملک و ملت میں ایک نئی زندگی اور روح پیدا ہو اور وہ حرارت، نمو اور شعلہ کی بھڑک ہو، میں اس وقت ترجمان حقیقت ڈاکٹر محمد اقبال کے یہ شعر پڑھوں گا، جو انھوں نے اگرچہ کسی ادیب یا شاعر سے مخاطب ہو کر کہے تھے لیکن یہ علم و ادب، فلسفہ و حکمت سب پر صادق آتے ہیں ؎

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن ۔۔۔ جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا
مقصود ہنر سوز حیات ابدی ہے ۔۔۔ یہ ایک نفس یا دو نفس مثل شرر کیا
شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو ۔۔۔ جس سے چمن افسردہ ہو وہ باد سحر کیا

حضرات!

اب آخر میں مجھے اپنے ان قابل مبارکباد بھائیوں سے جو یہاں سے سند لے کے جا رہے ہیں یا ان خوش نصیب عزیزوں سے جو ابھی اس چمن علم کی خوشہ چینی میں مصروف ہیں کچھ کہنے کی اجازت دیجئے، میں اپنی بات کہنے میں (جو شاید کسی قدر خشک و سنجیدہ ہو) ایک دلچسپ کہانی کا سہارا لوں گا، جو شاید آپ کے کانوں کا ذائقہ تبدیل کرنے میں مدد کرے۔

راوی صادق البیان کہتا ہے کہ ایک بار چند طلباء تفریح کے لئے ایک کشتی پر سوار ہوئے، طبیعت موج پر تھی، وقت سہانا تھا، ہوا نشاط انگیز اور کیف آور تھی، اور کام کچھ نہ تھا، یہ نوعمر طلباء خاموش کیسے بیٹھ سکتے تھے، جاہل ملاح دلچسپی کا اچھا ذریعہ اور فقرہ بازی، مذاق و تفریح طبع کے لئے بے حد موزوں تھا، چنانچہ ایک تیز و طرار صاحبزادے نے اس سے مخاطب ہو کر کہا "چچا میاں آپ نے کون سے علوم پڑھے ہیں؟"

ملاح نے جواب دیا "میاں میں نے کچھ پڑھا لکھا نہیں"۔

صاحبزادہ نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا "ارے آپ نے سائنس نہیں پڑھی؟" ملاح نے کہا "میں نے تو اس کا نام بھی نہیں سنا"۔

دوسرے صاحبزادہ بولے "جامیٹری اور الجبرا تو آپ ضرور جانتے ہوں گے"، ملاح نے کہا "حضور یہ نام میرے لئے بالکل نئے ہیں"۔

اب تیسرے صاحبزادہ نے شوشہ چھوڑا "مگر آپ نے جوگرفی اور ہسٹری تو پڑھی ہی ہوگی؟" ملاح نے جواب دیا "سرکار یہ شہر کے نام ہیں یا آدمی کے؟" ملاح کے اس جواب پر لڑکے

اپنی ہنسی نہ ضبط کر سکے اور انھوں نے قہقہہ لگایا، پھر انھوں نے پوچھا "چچا میاں تمہاری عمر کیا ہوگی؟"
ملاح نے بتایا "یہی کوئی چالیس سال" لڑکوں نے کہا "آپ نے اپنی آدھی عمر برباد کی اور کچھ پڑھا لکھا نہیں۔"
ملاح بیچارہ خفیف ہو کر رہ گیا اور چپ سادھ لی قدرت کا تماشہ دیکھئے کہ کشتی کچھ ہی دور گئی تھی کہ دریا
میں طوفان آگیا، موجیں منہ پھیلائے ہوئے بڑھ رہی تھیں اور کشتی ہچکولے لے رہی تھی معلوم ہوتا تھا کہ اب
ڈوبی تب ڈوبی دریا کے سفر کا لڑکوں کا پہلا تجربہ تھا، ان کے اوسان خطا ہو گئے، چہرے پر ہوائیاں اڑنے
لگیں اب جاہل ملاح کی باری آئی اس نے بڑی سنجیدگی سے منہ بنا کر پوچھا "بھیا تم نے کون کون علم پڑھے ہیں؟"
لڑکے اس بھولے بھالے جاہل ملاح کا مقصد نہیں سمجھ سکے اور کالج یا مدرسہ میں پڑھے ہوئے علوم کی لمبی
فہرست گنانی شروع کر دی اور جب وہ یہ بھاری بھرکم اور مرعوب کن نام گنا چکے تو اس نے مسکراتے ہوئے
پوچھا "ٹھیک ہے یہ سب تو پڑھا لیکن کیا پیراکی بھی سیکھی ہے؟ اگر خدانخواستہ کشتی الٹ جائے تو
کنارے کیسے پہونچ سکو گے" ؟ لڑکوں میں کوئی بھی پیرنا نہیں جانتا تھا انھوں نے بہت افسوس
کے ساتھ جواب دیا "چچا جان یہی ایک علم ہم سے رہ گیا ہے، ہم اسے نہیں سیکھ سکے"!
لڑکوں کا جواب سنکر ملاح زور سے ہنسا اور کہا "میاں میں نے تو اپنی آدھی عمر کھوئی مگر تم نے تو پوری عمر
ڈبوئی اس لئے کہ اس طوفان میں تمہارا پڑھا لکھا کام نہ آئیگا آج پیراکی ہی تمہاری جان بچا سکتی ہے اور وہ تم جانتے نہیں"
آج بھی دنیا کے بڑے بڑے ترقی یافتہ ملکوں میں جو بظاہر دنیا کی قسمت کے مالک بنے ہوئے ہیں صورت
حال یہی ہے کہ زندگی کا سفینہ گرداب میں ہے[1]، دریا کی موجیں خونخوار نہنگوں کی طرح منہ پھیلائے ہوئے بڑھ
رہی ہیں، ساحل دور ہے اور خطرہ قریب ہے، لیکن کشتی کے معزز ولائق سواریوں کو سب کچھ آتا ہے اگر
ملاحی کا فن اور پیراکی کا علم نہیں آتا، دوسرے الفاظ میں انھوں نے سب کچھ سیکھا ہے، لیکن
بھلے مانسوں، شریف، خداشناس اور انسانیت دوست انسانوں کی طرح زندگی گذارنے کا فن

نہیں سیکھا اقبال نے اپنے ان اشعار میں اسی نازک صورت حال اور اس عجیب و غریب "تضاد" کی تصویر
کھینچی ہے جس کا اس بیسویں صدی کا مہذب و تعلیم یافتہ فرد بلکہ معاشرہ کا معاشرہ شکار ہے،

> ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا — اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
> اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا — آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
> جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا — زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

شریفانہ انسانی زندگی گذارنے کا بنیادی فن خدا ترسی، انسان دوستی، ضبط نفس کی ہمت
و صلاحیت ذاتی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دینے کی عادت، انسانیت کا احترام، انسانی جان، مال،
عزت و آبرو کے تحفظ کا جذبہ، حقوق کے مطالبہ پر ادائے فرض کو ترجیح، مظلوموں اور کمزوروں کی
حمایت و حفاظت اور ظالموں، طاقت وروں سے پنجہ آزمائی کا حوصلہ، ان انسانوں سے جو دولت و جاہت کے
سوا کوئی جوہر نہیں رکھتے، عدم مرعوبیت و بے خوفی، ہر موقع پر اور خود اپنی قوم، اپنی جماعت کے مقابلے میں
کلمۂ حق کہنے کی جرأت اپنے اور پرائے کے معاملہ میں انصاف اور ترازو کی تول، کسی دانا و بینا طاقت کی نگرانی کا
یقین اور اس کے سامنے جوابدہی اور حساب کا کھٹکا یہی صحیح خوشگوار و بے خطر اور کامیاب زندگی گذارنے
کی بنیادی شرطیں اور ایک اچھے و خوش اسلوب معاشرہ، اور ایک طاقتور و محفوظ و باعزت ملک کی
حقیقی ضرورتیں اور اس کے تحفظ کی ضمانتیں ہیں، اس کی تعلیم اور اس کے لئے مناسب ماحول مہیا
کرنا دانشگاہوں کا اولین فرض اور اس کا حصول تعلیم یافتہ نسل اور ملک کے دانشوروں کی
پہلی ذمہ داری ہے، اور ہم کو اس جیسے تمام مواقع پر دیکھنا چاہئے کہ اس کام کی تکمیل میں ہماری
دانشگاہیں کتنی کامیاب اور ان کے سند یافتہ افراد و فضلاء کتنے قابل مبارکباد ہیں اور آئندہ ان
مقاصد کے حصول اور تکمیل کے لئے ہم کیا عزائم رکھتے ہیں اور ہم نے کیا انتظامات سوچے ہیں۔
آخر میں میں پھر آپ کی عزت افزائی، اعتماد اور جذبۂ محبت و احترام کا شکریہ ادا کرتا
ہوں، جس کا آپ نے اپنے اس اقدام کی شکل میں اظہار فرمایا ہے۔

[1] ماخوذ از "منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین" از مصنف

## بقیہ ص ۲ - کتاب و سنت سے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ حلال بھی کھلا اور واضح ہے اور حرام بھی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے ان دونوں کے درمیان کچھ مبہم و مشتبہ چیزیں ہیں جن کے حرام یا حلال ہونے کا واضح حکم نہیں ہے بہت سے لوگ ان کو نہیں جانتے۔ جس شخص نے ان مشتبہ و مشکوک چیزوں سے اپنے کو بچالیا اور دور رکھا اس نے اپنے دین و آبرو کو محفوظ رکھا اور جو ان کا مرتکب ہوا اس نے حرام کا ارتکاب کیا، جیسے شاہی چراگاہ کے قریب چرانے والا ہمہ وقت اس خطرہ میں ہوتا ہے کہ اس کا جانور شاہی چراگاہ میں داخل ہو جائے، ہر بادشاہ کی الگ شاہی چراگاہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کے حرام و حلال کے احکامات ہیں، سن لو! جسم کے اندر گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، اگر وہ صحیح و درست ہے تو پورا جسم سلامت و درست رہتا ہے اور اگر وہ خراب و فاسد ہو جائے تو پورا جسم بگڑ جائے، سن لو کہ گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے فرمایا، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا، کیا تم نیکی کے متعلق پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں اللہ کے نبی! میں اسی غرض سے حاضر ہوا ہوں، آپ نے فرمایا کسی کام کے اچھے یا برے ہونے کے متعلق اپنے دل سے پوچھو، جس کام سے دل مطمئن ہو، وہ بھلا و نیک ہے اور جو دل میں کھٹکے اس پر اطمینان نہ ہو وہ برا و گناہ ہے چاہے لوگ فتویٰ دیں اور اس کو درست کہیں۔
(احمد و دارمی)

حضرت عطیہ بن عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک احتیاط کی اس منزل پر نہ ہو کہ جس چیز میں بظاہر حرج نہ نظر آتا ہو اس کو اس احتیاط میں چھوڑ دے کہ شاید اس میں حرج ہو۔ (ترمذی)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات یاد ہے کہ جس چیز میں تم کو شک ہو اس کو چھوڑ دو اور جس میں شک نہ ہو اسکو اختیار کرو۔ (ترمذی)

مولانا واضح رشید ندوی، ایڈیٹر "الرائد"

# موجودہ تہذیب اور انسان

ترجمہ: محمد اکرم ندوی

مغربی تہذیب ایک ترقی پذیر تہذیب ہے، جس میں سکون اور ٹھہراؤ نہیں، اس کی ترقی کی راہ میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی ہے، اخلاقی اور انسانی قدریں اس کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں، اگر وہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنیں تو انھیں قربان کیا جا سکتا ہے، بلکہ حق تو یہ ہے کہ انسانی قدریں ایک فرسودہ تصور ہے، جو ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، اس لیے موجودہ تمدن میں سب سے بڑی جو قربانی پیش کی جاتی ہے وہ انسان اور اقدار زندگی کی قربانی ہے۔

اگرچہ موجودہ عہد میں سب سے زیادہ ذکر انسان اور اس کے حقوق کا کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت کیا ہے، وہ موجودہ تہذیب کے علمبرداروں کے انسانوں کے ساتھ معاملہ سے ظاہر ہے، ان کا اعتماد ہر انسان سے اٹھتا جا رہا ہے، اس کے بجائے مشینوں پر اعتماد بڑھ رہا ہے، عام کاروبار میں مشینوں کے استعمال نے لاکھوں انسانوں کو بے شغل اور بے کار کر دیا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ انسانوں کی جگہ مشینیں لے رہی ہیں، کمپیوٹر کا استعمال جس تیزی سے بڑھ رہا ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جب ہر کام کمپیوٹر سے لیا جائے گا، سوچنے، حساب لگانے، پڑھنے پڑھانے اور دوسرے سارے کام کمپیوٹر سے لیے جائیں گے، ہر شخص اس کا محتاج ہوگا، ذہنی صلاحیتیں استعمال نہ ہونے سے کم ہو جائیں گی، کتنے ہوائی اڈے اور دوسرے سرگرم اور متحرک کارخانے اور ادارے ہیں جہاں کمپیوٹر نے انسان کی جگہ لے لی ہے، خطرناک فوجی تنصیبات اور ذرائع ابلاغ بھی کمپیوٹر کے ماتحت ہیں، حال میں کمپیوٹر ہی کی ایک غلطی کی وجہ سے جنگ عظیم برپا ہوتے ہوتے رہ گئی، اگر اس کی جگہ کوئی انسان ہوتا تو اسے سزا دی جاتی لیکن کمپیوٹر کو کس طرح سزا دی جائے۔

مغربی تہذیب انسان کو کس نظر سے دیکھتی ہے، اس کا اندازہ اس کی سیاسی تاریخ اور علمی تصورات سے کیا جا سکتا ہے، سیاسی تاریخ اس کی رومی عہد سے سامراجی ہے، اور استبدادی ہے، علمی لحاظ سے اس کے دانشور، انسان کے حیوان الاصل ہونے کے قائل ہیں، موجودہ عہد میں بھی مختلف ملکوں میں سرمایہ دار اور اشتراکی نظاموں کی جابرانہ پالیسیوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے نزدیک انسان کا کوئی احترام نہیں ہے، اس سے زیادہ حیوان قابل احترام ہے شاید اس لئے کہ انسان کے اندر احساس و شعور اور اپنے دفاع کی صلاحیت و قوت موجود ہے، اس لئے اسے کسی قسم کی حفاظت، پناہ اور احترام کی ضرورت نہیں ہے، اس نے انسان کو صنعتی اور تہذیبی ترقیوں کا ایندھن بنا لیا ہے، اس پر مہلک تجربے کیے جاتے ہیں، اس کے ذہن اور دماغ کو متاثر کرنے کے لیے اذیت کے نئے نئے وسائل اور مشینیں ایجاد کی جاتی ہیں، اور مختلف ملکوں میں انکو رائج کیا جاتا ہے، اس کو اپنے عقیدہ اور مرضی کے مطابق صاف اور پاکیزہ زندگی گذارنے کے حق سے محروم کیا جاتا ہے، اور اس کی مرضی کے خلاف نظریات اور نظام زندگی کا پابند بنایا جاتا ہے، مویشیوں اور بکریوں کے گلہ کی طرح اس کو ہانکا جاتا ہے۔

مغربی تہذیب اپنے علاوہ ہر انسانی معاشرہ اور ہر نظریہ اور تصور حیات کو ناقابل تسلیم اور ناقابل احترام سمجھتی ہے بلکہ ناقابل بقاء، وہ انسان کو کس نظر سے دیکھتی ہے اس کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے نظام کی بقاء کے لیے دوسرے انسانوں کے خلاف مہلک اور تباہ کن ہتھیار تیار کرنے میں مصروف ہے اور ان کا ڈھیر لگا رہی ہے جن کا مصرف انسان کی تباہی ہے ایسے طرح پر کہ صنعتی اداروں اور مراکز کو اس سے کسی قسم کا نقصان نہ ہونے پائے، اس کی واضح دلیل نائٹروجن بم کے موجد کا وہ بیان ہے جو انھوں نے ایک ٹیلیویژن انٹرویو میں دیا تھا، انھوں نے کہا کہ ان کا بم صرف انسانوں کو فنا کریگا، صنعتی اداروں کو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا، انھوں نے یہ بھی کہا کہ انسان چونکہ جنگ کرتا ہے، اس لئے وہی قتل کا مستحق ہے، ان اداروں کی کوئی خطا نہیں ہے جس کی پاداش میں ان کو تباہ و برباد کیا جائے۔

اخباری بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف امریکہ کے پاس بیالیس ہزار ٹن کیمیائی ہتھیار ہیں، ان بیانات کا اندازہ ہے کہ انسانوں کے لئے مہلک اور تباہ کن جنگی ہتھیاروں کی ذخیرہ اندوزی کے معاملہ میں روس امریکہ سے بڑھا ہوا ہے، روس کے مہلک کیمیائی ہتھیار ۳۵۰ ہزار ٹن کے قریب ہیں، مزید برآں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ دونوں کیمپوں کی فوجیں تیزی سے عام ہتھیار چھوڑ کر کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال شروع کرنے لگی ہیں۔

اخباری بیانات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کیمیائی ہتھیاروں کا نشانہ صرف انسان ہے، ان کیمیائی ہتھیاروں کے استعمال کے نتیجہ میں انسان دست، قے، دماغی خرابی اور اندرونی اضطراب و بے چینی کا شکار ہو جاتا ہے، پھر وہ نیند سے محروم ہو جاتا ہے، اور اعصاب بے کار ہو جاتے ہیں، آنکھ کی روشنی جاتی رہتی ہے، اور سینہ و سر میں سخت تکلیف اور درد ہوتا ہے، آخرکار یا تو انسان مر جاتا ہے یا مردوں کی سی زندگی گذارتا ہے۔

گذشتہ جنگ عظیم میں جاپان کے شہروں پر جو ایٹم بم پھینکا گیا تھا، اس کی وجہ سے اس علاقہ کی بربادی اور وہاں سے زندگی کا نام و نشان مٹنے کے علاوہ اب تک جانوں کو نقصان پہونچ رہا ہے، چنانچہ صرف فضا میں باقی ماندہ ایٹمی اثرات سے مرنے والوں کی تعداد ایک ہزار سات سو سے زیادہ ہو چکی ہے۔

انسان دشمن اور جنگ دوست مغرب دوبارہ جنگ کی تیاری میں مصروف ہے، کیمیائی اور ایٹمی ہتھیاروں سے لیس فوجی نقل و حرکت مختلف علاقوں میں جاری ہے، سمندر اور دریا کی اس نقل و حرکت کا میدان بننے کی وجہ سے زہریلی گیسوں کے اثرات سے آلودگی بڑھتی جا رہی ہے، ایٹمی تجربوں نے فضا کو ایسا ملوث کر دیا ہے کہ انسان کے استعمال کی ہر چیز متاثر ہونے لگی ہے جس کی وجہ سے طرح طرح کے امراض پیدا ہو رہے ہیں، اقتدار اعلیٰ کی ہوس اور سرکشی نے ہر شہر اور ہر علاقہ میں انسانوں کو خطرات کا نشانہ بنا دیا ہے بڑی بڑی طاقتوں نے اپنے زیر اثر علاقوں کی حکومتوں کو اپنا غلام بنا لیا ہے، اور دوسرے علاقوں پر علانیہ اور خفیہ طور پر قبضہ کر کے اپنے اثر و نفوذ کی توسیع میں مشغول ہیں، اینگلو یورپ کا سفید فام انسان جس نے سائنس اور ٹکنالوجی کی راہ میں بڑے بڑے معرکے سر کئے ہیں، وہ ساری دنیا پر اپنا حق سمجھتا ہے، اور دوسرے لوگوں کو ایک خاص طرز زندگی کا پابند بنانے کا ذمہ دار ہے، اس کے نزدیک غیر یورپین لوگ اس کے تابع اور غلام ہیں اور وہ ان کی حیات، موت اور آبرو کا مالک ہے۔

نگرانِ اعلیٰ:
مولانا ابوالعرفان ندوی
مجلسِ ادارت:
نذر الحفیظ ندوی
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی
پرنٹر، پبلشر جمیل احمد ندوی نے جے کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کر دفتر "تعمیر حیات" ندوہ لکھنؤ کے لئے شائع کیا۔

## ایک اہم اعلان!
رجسٹر خریداری تبدیل کر دیا گیا ہے اور تقریباً اکثر خریداروں کے نمبر بدل گئے ہیں۔
براہ کرم؟
پتہ سلپ پر سے اپنا جدید خریداری نمبر نوٹ کر لیں اور خط و کتابت کے وقت یا منی آرڈر کوپن پر اس کا حوالہ دینا نہ بھولیں۔ (منیجر)

# خیر سے شر تک

## امریکی زندگی کا ایک نمایاں پہلو

جناب ریاض الدین احمد صاحب جنرل سکریٹری دینی تعلیمی کونسل لکھنؤ، مقیم حال ہیوسٹن (ٹکساس) امریکہ

یہ نعمتوں کا ملک ہے۔ اس سرزمین پر قدم رکھتے ہی نعمتوں کا نظارہ آپ کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے۔ امریکہ کا شمار دنیا کے سب سے زیادہ خوش حال اور سب سے زیادہ سستے ملکوں میں ہے۔ یہاں کے بازار ہر ملک کے سامانوں کے لئے کھلے ہوتے ہیں۔ یہاں کی زندگی میں ایک نظم ہے۔ بے ایمانی بھی نظم سے کی جاتی ہے۔ اشتہار اور پیکنگ (Packing) پر یہاں اتنا خرچ کیا جاتا ہے جتنا ہم لوگ اصل مال کی پیداوار پر نہیں کر سکتے۔ ٹیلی ویژن کے بیسوں چینل یہاں ہر وقت چلتے ہیں۔ موٹر یہاں کے لوگوں کا پیر ہے۔ نئی اور استعمالی موٹریں جس دوکان سے چاہئے لے لیجئے۔ جس ملک کی چاہئے لے لیجئے۔ یہاں کے بازار بازار نہیں پوری نمائش گاہ ہوتے ہیں۔ دنیا کی چیزیں سستی ہوتی ہیں۔ سیل کی بہتات ہے۔ آج جو قیمت ہے شاید پرسوں وہ آدھی ہو جائے گی۔ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو سیل (Sales) پر نہ آجائے، کپڑوں کا کیا ذکر ہے گوشت اور آئس کریم بھی سیل پر آجاتے ہیں۔ خرابی کسی چیز میں نہیں ہوتی۔ بھلا تیرکی زمین میں کیا خرابی لگ جائے گی مگر وہ بھی سیل ہو جاتی ہے۔ جو چیز جی چاہے خرید لیجئے اور اگر مطلب (?) واپس کر دیجئے۔ پیکنگ کھولنے کے بعد بھی لوگ واپس کر دیتے ہیں اور کوئی واپس لینے سے انکار نہیں کرتا کیونکہ یہاں کے تجار چیزوں کے فروخت ہونے سے زیادہ ضروری سمجھتے ہیں۔ کمپیوٹر ہم لوگ اپنے ملک میں بڑی مخصوص چیز سمجھتے ہیں۔ یہاں کوئی کام کمپیوٹر کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ سامان خریدئے کمپیوٹر رسید بنائے گا اور پیسہ وصول کرے گا، بینک ہر وقت کھلے ہوتے ہیں۔ آدمی نہیں ہے تو کمپیوٹر موجود ہے۔ آپ کا چیک تبدیل کر دے گا کیش بھی کر دے گا، پارکنگ لاٹ پر موٹر کھڑی کر دیجئے کمپیوٹر کرایہ بھی وصول کرے گا اور اگر وقت سے زیادہ دیر تک موٹر کھڑی رہ گئی تو چالان بھی کر دے گا۔ گھروں میں داخل ہو لیے۔ چھوٹا آدمی ہو یا بڑا ہر ایک کے گھر میں صفائی اور خوش سلیقگی ملے گی۔ دیوار سے دیوار تک قالین۔ پھول۔ لان۔ گملے پردے۔ امریکن اسلامک سنٹر کے چوکیدار کو دیکھا، ایک جنگل میں بسا ہوا ہے۔ ٹریلر (Trailer) پر اس کا پورا کارخانہ ہے مگر وہ بھی قالین اور گملوں سے آراستہ ہے۔ باورچی خانہ ہمارے ملک میں روایتی طور پر گندا ہوتا ہے۔ یہاں روایتی طور پر صاف اور عالیشان دعوتیں ہوتی ہیں تو کھانا باورچی خانہ میں سجا دیا جاتا ہے لوگ اپنی پلیٹوں میں لے کر ڈائننگ روم (Dining room) یا کھانے کے کمرے میں چلے جاتے ہیں۔ ہم لوگوں کے استنجے خانے گندگی کا مرکز سمجھے جاتے ہیں۔ یہاں استنجا خانوں میں قالین کے علاوہ گلدان بھی سجے رہتے ہیں۔ اگر ذرا بھی بدبو آجائے تو بجلی کا سوئچ دبائیے گندی ہوا فوراً باہر نکل جائے گی۔ شاہراہوں سے گذریے تو ایسا معلوم ہوگا گویا کہ آپ کسی بارات کی قطار میں لگے ہوئے ہیں۔ قطار سے جاتی ہوئی سیکڑوں موٹروں کی سُرخ روشنی آپ کے سامنے ہوگی۔ اور آتی ہوئی کاروں کی سفید روشنی میلوں قطار سے نظر آئے گی۔ کوڑے کا کہیں نام نہیں ہے۔ جا بجا کوڑے کے ڈبے لگے ہوئے ہیں۔ ڈبے صاف ستھرے ان کے اندر پلاسٹک کا بیگ رکھا ہوا ہے۔ کوڑا گاڑی آکر اٹھا لے جائے گی۔

شاندار انعامات کی کثرت یہاں کے لوگوں کی جفاکشی، فرض شناسی اور خلوص عمل کی وجہ ہے۔ صبح اندھیرے منہ، بڑے چھوٹے ملازمین اپنے کاموں پر چلے جاتے ہیں۔ شام کو ۶ بجے واپس آتے ہیں۔ سنیچر اور اتوار میں بڑے سے بڑا آدمی اپنے گھر کی لان پر مشین چلاتا ہوا نظر آئے گا۔ بازاروں میں جو چیز جیسی ہے ویسی ہی نکلے گی۔ دودھ خالص ہے یا مکھن نکلا ہوا۔ مکھن نکلا ہوا ہے تو کتنا فیصدی۔ بسکٹ بناسپتی میں بنا ہے یا چربی میں۔ چربی عام جانوروں کی ہے یا سور (Pork) کی۔ کافی کیفین کی ہے یا بلا کیفین کی۔ غرض کہ جو چیز جیسی ہے اس پر صاف صاف درج ہے۔ یہاں کام کی بہتات ہے۔ چھٹیاں غائب ہیں۔ ہفتہ کے علاوہ صرف دو تین چھٹیاں ہیں۔ بڑے دن میں بھی بس ایک دن کی چھٹی ہے۔ تاجروں کا ملک ہے کام نہ کریں تو نفع کیسے ہو۔ عام اخلاق میں بھی یہاں کے لوگ برے نہیں ہیں۔ اکثر طالبعلموں کو دیکھا کہ ہم لوگوں پر نظر پڑی تو سلام میں سبقت لے گئے۔ ہم بوڑھے اور بچے ساتھ ہوتے ہیں تو ہم سے پہلے آنے والا امریکن دروازہ کھول کر ہم لوگوں کو پہلے اندر آنے کی دعوت دیتا ہے۔ بچوں کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ رسٹراں وغیرہ میں بچوں کو تحفے بھی تقسیم کرتے ہیں۔ بچوں کے لئے دودھ مانگئے تو قیمت نہیں چارج کرتے۔ دوکانوں پر سامان کی قیمت ادا کرنے جائیے تو کمپیوٹر پر کام کرنے والی شکریہ ضرور ادا کریگی، اور رسید پر بھی شکریہ کے الفاظ لکھے ہوئے ملیں گے۔ دس مرتبہ سامان لوٹا دیجئے تو ابرو پر شکن نہیں آئے گا۔ سرکاری دفتروں اور کارخانہ داروں کے خطوط بھی حد درجہ اخلاقی ہوتے ہیں۔ اگر آپ کی درخواست منظور نہیں ہوئی ہے تب بھی بڑی معذرت کا جواب دیں گے۔ یہ بھی اضافہ کر دیں گے کہ اگر ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو ہمیں یاد کرنے میں ذرا بھی تکلف سے کام نہ لیجئے گا۔ اسکول بس جا رہی ہو تو کوئی اپنی موٹر آگے نہیں بڑھا سکتا۔ اسکول بند ہو رہا ہے موٹریں اور بسیں بچوں کو لینے آرہی ہیں۔ ایک بچہ کھڑا ہوا ٹریفک پولیس کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ کیا مجال ہے کہ کوئی آنے والا حکم عدولی کرے۔ یہاں ہر کام ایک نظم اور پلان کے مطابق ہو رہا ہے۔ انور سادات کا قتل ہوا تو ٹیلی ویژن کی تیاری اور ڈسپلن کا اندازہ ہوا۔ منٹ منٹ کی حالت ٹیلی ویژن پر آرہی تھی۔ سی۔ بی۔ ایس نیوز (C.B.S. News) کی نمائندہ قاہرہ میں مقیم ایک خاتون تھی۔ خطرناک حالات سے گذر کر وہ خبریں وصول کرتی تھی اور اس طرف اس کے ڈائرکٹر ڈان راذر کو دیکھا کہ پورے دن ایک منٹ کے لئے بھی خاموش نہیں ہوئے۔ حیرت ہو گئی۔ یہاں دنیا کے کام ٹیلیفون سے ہوتے ہیں۔ کبھی ٹیلیفون کی لائن خراب ہوتے نہیں دیکھی۔ ملک بھر میں جہاں چاہیے ٹیلیفون اٹھائیے اور لائن مل گئی۔ روڈ ڈسپلن ایسی ہے کہ موٹر کا ہارن کبھی بجتے ہی نہیں سنا۔ نہ کراسنگ پر کوئی پولیس والا ہے نہ سُرخ نشان۔ اسٹاپ (STOP) پر ہے، آپ کی موٹر نشانات پر خود بخود رک جائے گی۔ ڈاک خانے کا کام یہاں منٹوں میں ہوتا ہے اپنے یہاں گھنٹوں لگتے ہیں۔ وہاں ہم لوگ منی آرڈر کرتے ہیں یہاں خریدتے ہیں، رقم داخل کر دیجئے ایک سہ پرتی کاغذ آپ کو پوسٹ آفس کی طرف سے دستخط شدہ مل جائے گا۔ ایک اوپر کا کاغذ ہے، ایک چھوٹا سا کاربن پیپر بیچ میں لگا ہوا ہے، ایک کاغذ اس کے نیچے ہے ڈاک خانے نے صرف رقم درج کر دی ہے۔ باقی کام آپ خود کر لیجئے۔ جن کے یہاں بھیج رہے ہیں اس کا نام و پتہ لکھئے اور روانہ کر دیجئے نیچے کا ورق آپ کی رسید ہے۔ ہم لوگ کام کو جتنا طول طویل اور پیچیدہ بناتے ہیں یہاں لوگ اس کو سیدھا اور صاف بنا کر رکھتے ہیں۔

نعمتوں کی اس کثرت کا تقاضا یہ تھا کہ امریکن قوم اللہ کی شکر گزار ہوتی اور اطاعت کا راستہ اختیار کرتی۔ مگر ہوا بالکل الٹا۔ لوگوں نے خیر سے ہٹ کر شر کی راہ اختیار کی۔ نیکیوں کی بے پناہ صلاحیتوں کے باوجود حق سے روگردانی کا راستہ اختیار کیا اور ان تمام اعمال کو جزو زندگی بنا دیا جو اللہ کی طرف سے ناپسندیدہ قرار دئے گئے تھے۔

**(۱) صلۂ رحم:** اللہ کے پسندیدہ نظام زندگی میں والدین، عزیزوں اور رشتہ ناتوں کا بڑا حق سمجھا گیا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی نازل ہوئی اور آنحضرتؐ بڑی گھبراہٹ اور پریشانی



کی حالت میں گھر میں پہونچے تو انکی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ نے یہ کہہ کر تسلی دی کہ آپ صلۂ رحم فرماتے رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ رحم کا معاملہ فرمائیگا۔ آج ۱۴ سو سال سے جو اسلامی خطبۂ نکاح پڑھا جا رہا ہے اس میں اللہ کا یہ حکم بھی سنایا جاتا ہے کہ دیکھو اس نئی زندگی میں داخل ہونے کے بعد رشتوں کا بہت خیال رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے کسی غیر محتاط عمل سے ان کا آبگینۂ دل شکستہ ہو جائے۔ امریکی معاشرہ نے محبت کی اس شاہراہ کو بالکل بند کر دیا ہے۔ ان کے گھروں میں عزیزوں، رشتہ داروں کا کیا والدین کا بھی گذر نہیں ہے۔ بڑے بڑے عالیشان مکانوں میں صرف میاں بیوی رہتے ہیں اور زیادہ ہوئے تو کچھ بچے۔ گذشتہ ماہ (ستمبر) میں ہم لوگ ۶ مرد عورتیں اور ماشاء اللہ پانچ بچے اسد میاں کی کیڈلک میں بھر کر نکلتے تھے تو امریکی لوگ تعجب سے دیکھتے تھے اور بعض تو کہہ ہی گذرتے تھے استعجاب کے چند جملے۔ یہاں حال یہ ہے کہ سیکڑوں لمبی لمبی موٹریں آپ کے پاس سے گذر جائیں ان میں ایک آدمی نظر آئے گا یا زیادہ سے زیادہ دو۔ ایک میاں دوسرے بیوی۔ دن کے اوقات میں موٹریں چلانے والی زیادہ تر خواتین ہی نظر آئیں گی۔ کیونکہ مرد اپنے اپنے کام پر چلے جاتے ہیں۔ اکثر گھروں میں بچوں سے بھی بے تعلقی کا رشتہ ہے۔ کیونکہ مائیں بھی ملازمت کرتی ہیں اور بچے اپنا دن "بچوں کے گھروں" میں جنھیں child care home کہتے ہیں گذارتے ہیں۔ والدین بڑھاپے کا الاؤنس پاتے ہیں اور سرکاری گھروں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ بچوں سے ملاقات صرف تہواروں کے موقع پر ہوتی ہے۔ پوتے اور دادا میں محبت کا درجہ صرف اتنا ہے کہ بچوں کی بعض جرسیوں پر لکھا رہتا ہے "میں اپنے دادا سے محبت کرتا ہوں" (I love my grand pa)۔ اسلام نے ماں باپ پر اپنی کمائی صرف کرنے کو صدقہ اور نیکی کا کام بتایا ہے۔ امریکن زندگی میں والدین اپنے خود ذمہ دار ہیں۔ اولاد سے کوئی واسطہ نہیں۔

**(۲) حرام و حلال۔** اس قوم نے ان تمام چیزوں کو اپنے اوپر حلال کر لیا جن کو اللہ نے حرام کیا تھا۔

(۱) شراب (۲) جوا۔ پانسہ (۳) سور کا گوشت (۴) سود (۵) زنا (۶) بے حیائی

شراب اور دیگر منشیات کا اسقدر استعمال اس ملک میں ہو رہا ہے کہ یہ پورے معاشرے کے لئے خطرہ بن گیا ہے۔ لوگ شراب پی کر موٹریں چلاتے ہیں اور حادثات میں مبتلا ہوتے ہیں اور مبتلا کرتے ہیں۔ امتناعی قانون بنتے اور ٹوٹتے رہتے ہیں کیونکہ قانون بنانے والے خود منشیات کے عادی ہیں۔ ابتری اس حد تک پہونچ گئی ہے کہ اسکولی بچے منشیات کے عادی بن جاتے ہیں۔ حال ہی میں ٹی وی پر ایک خبر آئی تھی جس میں اٹھارہ بچوں کو بحالت نشہ سڑک کے حادثات میں مبتلا ہوتے دکھایا گیا تھا۔ منشیات کی سخت روک تھام کے باوجود نشہ کی عادت بڑھتی جا رہی ہے۔ اسکولی بچوں کی نشہ پسندی پوری نسل کے لئے زوال کا پیش خیمہ ہے۔

امریکہ کی پوری تجارت بلکہ پوری سیاست جوا ہے۔ جوئے بازی کے اعلانات کثرت سے ہوتے ہیں۔ ایک لگائیے اور دس پائیے۔ لاٹری کا طریقہ عام ہے۔ "مفت لے جائیے" ایسے بھی اشتہارات اخباروں میں کثرت سے نکلتے ہیں۔ ابھی کل ہی کے اخبار میں ایک دوکان کا اعلان تھا کہ سو ڈالر کی قیمت کا ہیرا مفت لیجائیے" مگر یہ مفت مفت نہیں ہے اس کے پیچھے "چہ گفت" ہے۔

سور کا گوشت حرام ہے۔ مگر امریکہ میں اس شوق سے کھایا جاتا ہے کہ گویا اس سے بڑی خوردنی دولت کوئی دوسری نہیں ہے۔ شوکیسوں (Show cases) میں خوبصورتی کے ساتھ لگے ہوتے ہیں۔ کوئی گروسری (Grocery) ایسی نہیں ملے گی جہاں سور کا گوشت نہ بکتا ہو۔ لارڈ میں بنے ہوئے بسکٹ اور دوسرے کھانے کی چیزیں پیک کی ہوئی نہ رکھی ہوں۔ ریستراں میں جائیے پر کھانا لارڈ میں بنا ہوا ملے گا۔ بناسپتی میں تیار کرنے والے ریستراں بھی ہیں، مگر انھیں آپ کو تلاش کرنے میں کافی پٹرول پھونکنا پڑے گا۔ ہمارا ایک رات سینٹ انٹونیو (San Antonio) میں قیام ہوا تو رات کا کھانا تلاش کرنے میں دو گھنٹے کی موٹرنگ کرنا پڑی۔

سود کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ پورا نظام عالم اسوقت سود پر ہی چل رہا ہے۔ امریکی زندگی میں آپ کا رواں رواں سود سے دبا ہوا ہے۔ آپ کا مکان سود پر ہے۔ آپ کا موٹر سود پر ہے، آپ کا ٹی وی سود پر ہے غرض کہ یہاں جس معیار زندگی کو نبھانا پڑتا ہے اس میں سود اس بری طرح دخیل ہے کہ آپ اس سے چھٹکارا پا ہی نہیں سکتے۔

زنا کسی معاشرے میں اچھی بات نہیں سمجھی جاتی۔ اللہ کی نظر میں تو یہ بہت بڑا جرم ہے ہی۔ امریکن بھی اسے اچھا نہیں سمجھتے لیکن ابھی اخباروں میں آیا تھا کہ یہاں پچاس فیصد بچے بغیر شادی شدہ ماؤں کے ہوتے ہیں اور تقریباً ۶۰ فیصدی مرد اور عورتیں شادی سے قبل جنسی تعلقات کا تجربہ کر چکے ہوتے ہیں۔ آج کل یہاں کے اخباروں میں اس کا بڑا چرچا ہو رہا ہے کہ اسکولی بچوں کو جنسی معلومات سے کہاں تک آراستہ کیا جائے۔ کافی بڑا طبقہ ایسی درسی کتابوں کی مخالفت بھی کر رہا ہے جو جنسیات کو ابھارنے کا کام کرتی ہیں۔

بے حیائی کا یہ عالم نظر آیا کہ خواتین گرمیوں میں صرف چوتھائی جسم کی بنیائن اور ایک چُست سی چڈی پہن کر بازاروں میں گھومتی ہیں اور دفتروں اور دوکانوں میں کام کرتی ہیں۔ ٹی وی پر عریانیت اور بے حیائی کے جو نظارے دکھائے جاتے ہیں آپ ان سے کتنی ہی چشم پوشی کریں مگر یہ بچے اور بچیاں جو دن بھر ٹی وی دیکھتے ہیں اس سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ گیلوسٹن (Galveston) میں ہمارا گذر ساحل سمندر پر ہوا۔ وہاں مرد اور عورتوں کی دنیا تیراکی کے لباس میں نظر آئی۔ پھر عورت اور مرد کے جوڑے جس اختلاط کے ساتھ ساحل پر تیراکی کر رہے تھے اللہ اسی نظارے سے بھی محروم رکھے تو اس کا بڑا کرم ہو۔ مگر اسی ماحول ہمارے آپ کے بچے بچیاں اور مرد اور عورتیں بھی تو پل اور بڑھ رہے ہیں۔ ان کا کیا حشر ہونے جا رہا ہے اس خیال سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

**(۳) قتل وغارت گری:**

قرآن یہ اعلان کر رہا ہے کہ جس نے ایک انسان کو بغیر حق قتل کر دیا اس نے گویا پوری دنیا کو قتل کر دیا اور جس نے ایک انسان کی جان بچالی اس نے گویا پوری دنیا کی جان بچالی۔ مگر امریکی معاشرے میں قتل وغارت گری عام ہو چکی ہے۔ بچے اپنے والدین کو اور بھائی اپنی بہنوں کو معمولی تلخیوں پر بندوق کا نشانہ بنا دیتے ہیں۔ یہاں بندوق اور دوسرے مہلک آلات پر کوئی ٹیکس، لائسنس یا پابندی نہیں ہے۔ شہری علاقہ (Down town) میں دیر گئے رات سے کسی کا اکیلے گذرنا خطرناک ہے اور خواتین کے لئے تو کسی طرح جائز نہیں۔ یونیورسٹی کے علاقوں میں اعلان ہو جاتا ہے کہ رات میں کوئی طالب علم اکیلا نہ نکلے۔ بچوں کے اسکولوں میں گولیاں چلتی ہیں اور باہری لوگ گھس آتے ہیں۔ اخباروں میں اس کا بڑا چرچا ہو رہا ہے کہ باہری مداخلت سے اسکولوں کو کیسے بچایا جائے، طالبعلموں کی بے راہ روی اتنی بڑھ گئی ہے کہ اسکولوں کی طرف سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ اگر والدین اپنے بچوں پر کنٹرول نہیں کریں گے تو اسکول ان کی ذمہ داری نہیں لے سکتے۔ آجکل یہاں میروں (Mayors) کے الکشن ہونے جا رہے ہیں۔ امیدوار حضرات اعلان کر رہے ہیں کہ لاقانونیت کو ختم کرنے کے لئے وہ سب سے پہلے پولیس کمشنر کو برخاست کریں گے۔ پولیس افسران کی طرف سے میمورنڈم (Memorandum) جاری ہوا ہے کہ حکومت ان کو ضروری سامان سے لیس نہیں کر رہی ہے، اور نئے ابھرنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے جن چیزوں کی اور جیسے آدمیوں کی ضرورت ہے وہ دے نہیں رہی ہے اس لئے لوگ صرف ایسے حضرات کو ووٹ دیں جو پولیس کو چوکس اور مضبوط کرنے کا وعدہ کرتے ہوں۔

**(۴) نسلی امتیازات:**

اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رخصتی خطبے میں صاف اعلان فرما دیا تھا کہ آج سے انسان انسان کے درمیان ہر قسم کے خصوصاً نسل و رنگ کے امتیازات ختم کئے جاتے ہیں۔ البتہ ایک کو دوسرے پر اگر فضیلت ہے تو صرف تقویٰ کی وجہ سے۔ یہاں کالے اور گورے کے امتیازات باقی ہیں

ان امتیازات کو مٹانے کے لئے کالے امریکنوں نے جو کاوشیں کی ہیں، جو لڑائیاں لڑی ہیں اور جو حقوق حاصل کئے ہیں وہ اپنی جگہ قابل تعریف ہیں۔ مگر حقوق پانے کے بعد بھی گوروں میں رنگ کا تکبر ابھی تک قائم ہے اور اللہ نے جو برابری کا درجہ انسان کو عطا کیا ہے اس سے کالے امریکی ابھی تک محروم ہیں۔ اسی صاف شفاف ملک میں انکی بستیاں اب بھی الگ تھلگ اور گندی ہیں۔ تعلیم اور تمدن میں ابھی وہ پیچھے ہیں۔ اونچی کرسیوں پر بیٹھنے کے ابھی تک وہ مستحق نہیں سمجھے جاتے۔

## (۵) انفاق فی سبیل اللہ:

اللہ نے جس کو دولت دی ہے اس کے ہاتھ سے خالص اللہ کی راہ میں خرچ ہونا اللہ کو بہت محبوب ہے۔ امریکی قوم کے پاس دولت بھی ہے اور اس کو اچھے اور بڑے کاموں پر فراخ دلی سے خرچ کرتی ہے۔ اس کی نیکی، نیکی کے لئے ہے اللہ کے لئے نہیں اس لئے اربوں ڈالر نیک کاموں پر خرچ کرنے کے بعد وہ اپنی ہستی کو نہیں بھول جاتا اور دولت مندی کے تکبر سے فارغ نہیں ہو پاتا۔ قرآن پاک کی ایک بڑی دین یہ ہے کہ اس نے اللہ کے لئے اور صرف اللہ کے لئے خرچ کرنے کا ایک نرالا تصور پیش کیا، یہ عمل بڑے سے بڑے دولت مند سے دولت کا نشہ کھینچ لیتا ہے اور سبیل اللہ کا نشہ بھر دیتا ہے۔ دولت مندی کے باوجود اس میں فقر اور انکسار کی روح داخل ہو جاتی ہے۔ اللہ کو قرض دینے میں گھاٹے کا تصور اس سے نکل جاتا ہے اور اللہ سے سود در سود پانے کی توقع اس کا دل مضبوط کر دیتی ہے۔ امریکن طرز کا انفاق نہ مزاج میں انکسار پیدا کرتا نہ خرچ کرنے والوں کو فقر کا لذت آشنا کرتا۔ نہ اللہ سے سود در سود کا سودا کرنے کا اہل بنتا۔ وہ تاجر ہے مگر اپنی تجارت کا نفع فوراً حاصل کر کے شہرت و نام و نمود کی شکل میں اپنا حساب چکا لینا کافی سمجھتا ہے۔ اپنے والدین کو فراموش کر کے عزیزوں اور دوستوں سے صرف نظر کر کے جب وہ اپنی دولت کسی بڑے نیک مقصد کے لئے صرف کرتا ہے تو اس انفاق سے باقی رہنے والی نیکی کی روح نکل جاتی ہے۔ جبکہ امریکہ ایک مالا مال ملک ہے مگر انفاق فی سبیل اللہ کی لذت سے ناآشنا ہے اس نے زندگی کو بھی تجارت بنا لیا ہے اور نیکی بھی اس کی تجارت ہے۔ ایسی تجارت جس کی لین دین دنیا ہی تک محدود ہے۔

## (۶) طہارت:

طہارت کا تصور اسلام کے سوا کہیں نہیں ملتا۔ صفائی اپنی جگہ پر اچھی چیز ہے مگر طہارت کے بغیر صفائی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ امریکن مزاج میں صفائی کی تربیت بچپن ہی سے دی جاتی ہے — گاربیج (Garbage) یعنی کوڑا دان کو استعمال کرنے کی تربیت بچوں کو شروع ہی سے دی جاتی ہے۔ کیلے اور آم کے چھلکے کسی سڑک پر نہیں مل سکتے۔ بغیر رسٹ ہاؤس کے کسی شاہراہ پر بھی پیشاب نہیں کر سکتے۔ عوامی غسل خانے بھی صاف ستھرے ملیں گے۔ گرم اور ٹھنڈا پانی ملے گا۔ گھروں میں قالینوں کی صفائی ویکیوم کلینر — (vaccum cleaner) — سے ہوگی۔ کپڑے روز کے روز واشنگ مشین میں دھل کر نکلیں گے۔

مگر ہو سکتا ہے کہ جس آدمی سے آپ باتیں کر رہے ہیں اس کے منہ کو کتے نے چاٹا ہو۔ جس صوفے پر آپ تشریف رکھ رہے ہیں ممکن ہے اس پر کتے کی رال خشک ہو گئی ہو۔ جو صاف اور براق کپڑا آپ کے دوست نے پہن رکھا ہے اس پر پیشاب کے چھینٹے ہوں۔ جس گلاس میں آپ پانی پی رہے ہیں ممکن ہے اس میں شراب پی گئی ہو۔ جس پلیٹ میں آپ کھانا کھا رہے ہیں اس میں سور کا گوشت رکھا رہا ہو، غرض کہ یہاں کی صفائی سجاوٹ کے لئے ہے طہارت کے لئے نہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجموعی طور پر امریکی قوم نے اپنی پوری دولت انکار اللہ، اور کفران نعمت پر لگا دی ہے۔ ان کی دولت ناشکری سے پر ہے۔ ان کا علم نشہ میں مبتلا ہے۔ ان کی ترقیوں کا مزاج ناجائز ہے۔ ان کی سخاوتیں سیاسی اور دکھاوے کی ہیں۔ پھر بھی ان کی تعریف ہے کہ وہ ہمیں سب کچھ دے رہے ہیں جو ہمیں نہ لینا چاہئے ان کی زندگی میں کچھ تو ہے جو نظر آتا ہے۔ اس کے برخلاف ہم انھیں کچھ دے نہیں پاتے ہمارے پاس ایمان کی دولت ہے، مگر دبی دبی سی اور بجھی بجھی سی۔ ہم نے اپنی دولت کا صحیح استعمال نہیں سیکھا ہے۔ اس دولت کے مظاہر ہم نے چھپا رکھے ہیں۔ اس سے جو زندگی مرتب ہونا چاہئے وہ زندگی ہماری نہیں ہے۔ اس زندگی سے جو تاثر غالب آنا چاہئے وہ مغلوب ہو کر رہ گیا ہے۔

عجب کیا کہ کسی دن اللہ تعالیٰ امریکی قوم کو دین کی دولت سے بھی نواز دیں اور اس کی تمام سلیقہ مندی اور علم نوازی کو اس کے نظم و ضبط کو، اس کی جاں فشانی اور تندہی کو۔ اور اس کے خلوص عمل اور ذہانت کو اپنی طرف موڑ دیں اور اپنے دین کی خدمت پر لگا دیں۔

---

## کُل ہند تعمیر ملت تحریری مقابلے

کل ہند مجلس تعمیر ملت کی جانب سے ڈگری کالج، ہائی اسکول اور دینی مدارس کے طلبہ اور طالبات کے لئے (۳۱) ویں کل ہند رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تحریری مقابلوں کا اعلان کر دیا ہے۔ مضامین اردو یا انگریزی میں فل اسکیپ سائز کے ایک ہی رُخ پر صاف اور خوش خط لکھا یا ٹائپ کیا جائے۔ کالج گروپ اور دینی مدارس کے مضامین (۴۰) صفحات، جونیر کالج گروپ کے (۳۰) صفحات، اور ہائی اسکول گروپ کے مضامین ۲۰ صفحات سے زائد نہ ہوں۔ مضمون نگار اپنا نام، عمر، معیار قابلیت اور مکمل پتہ مع پن کوڈ علیحدہ صفحہ پر تحریر کر کے اپنے مضمون کے سرورق کے طور پر منسلک کریں۔ مضمون کے ساتھ اسکول یا کالج کا تعلیمی صداقت نامہ بھی روانہ کریں۔ عنوانات حسب ذیل ہیں:۔

ڈگری کالج گروپ: "اسلام میں سماجی عدل کا تصور"

جونیر کالج گروپ: "ہندوستان کی آزادی میں مسلمانوں کا حصہ"

ہائی اسکول گروپ: "غزوۂ بدر"

دینی مدارس گروپ "اسلام میں جہاد کا تصور"

### انعامات بالترتیب

انعام اول (۱۵۰) روپے، انعام دوم (۱۲۵) روپے

انعام اول (۱۲۵) روپے، انعام دوم (۱۰۰) روپے

انعام اول (۱۰۰) روپے، انعام دوم (۷۵) روپے

انعام اول (۱۵۰) روپے، انعام دوم (۱۲۵) روپے

---

انعامات کی تقسیم ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ مطابق ۹ جنوری ۱۹۸۲ء کو حیدرآباد میں منعقد ہونے والے جلسہ ۳۱ ویں یوم رحمۃ للعالمین کے موقع پر عمل میں آئے گی۔

فیس شرکت ڈگری کالج اور دینی مدارس گروپ کے لئے چار روپے، جونیر کالج اور ہائی اسکول گروپ کے لئے علی الترتیب تین روپے اور دو روپے مقرر کی گئی ہے، جو نقد یا بذریعۂ منی آرڈر کے خواجہ ثناء الرحیم فرید معتمد تحریری مقابلے "صدر دفتر کل ہند مجلس تعمیر ملت، مدینہ منشن، نارائن گوڑہ حیدرآباد-۲۹" کے پتہ پر روانہ کئے جائیں۔

ایسے تمام مضامین کی وصولی کی آخری تاریخ دست بدست یا بذریعۂ پوسٹ ۱۰ ر دسمبر ۱۹۸۱ء مقرر کی گئی ہے۔

مزید تفصیلات کے لئے دفتر سے ربط پیدا کیا جا سکتا ہے۔



# مجاھد کی اذان

عبد رب الرسول افغانی

ترجمہ: حشمت اللہ متعلم دار العلوم

رابطۂ عالم اسلامی میں افغانی نمائندہ کی ایمان افروز تقریر جس سے مجاہدین کی کامیابیوں اور ان کی قوت ایمانی کا اندازہ ہوتا ہے۔ قوت ایمانی کے حیرت انگیز نتائج ظاہر ہوتے ہیں ضرورت اعتماد و یقین اور ہمت مردانہ کی ہوتی ہے۔ افادۂ عام کی غرض سے تقریر کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے۔ — ادارہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا:۔

برادران گرامی! میں آپ سے گفتگو کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں کہ میں دعوت اسلامی کے اس گہوارہ کی نمائندگی کر رہا ہوں، جس نے طاغوتی طاقتوں کی دھجیاں بکھیر دی ہیں اور مشرق و مغرب میں روشنی کا مینار قائم کر دیا ہے۔ مجھے فخر ہے کہ میں اس مومن قوم کے حالات بیان کر رہا ہوں جس نے اپنے رب کے آگے سر نیاز خم کر دیا ہے اور دین کو حرز جاں بنا لیا ہے۔ میں اس مجاہد قوم کی سرفروشی و جانبازی کے واقعات سنانے جا رہا ہوں جس کے آشیانہ پر ظالموں نے اس بے دردی سے حملہ کیا ہے کہ شہر اور دیہات تباہ کر دئے اور مسجدیں شہید کر ڈالیں، یہ وہ قوم ہے جس نے دشمنان دین کا پامردی سے مقابلہ کیا ہے اور اس طاقت سے نبرد آزمائی کی ہے جس نے اسلحہ و وسائل کے ذریعہ پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ یہ جانباز قوم اس طاقت کا پورے ثبات و استقامت کے ساتھ مقابلہ کر رہی ہے، اس کے پاس طاقتور عقیدہ، غیر متزلزل یقین اور راسخ ایمان کے سوا کوئی اور ہتھیار نہیں ہے۔

محترم حضرات! افغانستان کے مسلمان مجاہدین ایسی وحشت و بربریت اور ظلم و زیادتی کے شکار ہیں جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، یہ مظالم وہ لوگ ڈھا رہے ہیں جو انسانیت کے دشمن ہیں۔ شاید آپ سوال کریں کہ افغانستان اس بے حیا دشمن کی وحشت و بربریت کا شکار کیوں ہوا؟ آپ کے سوال کا جواب قرآن پوری وضاحت سے دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:۔

"اور یہ لوگ تم سے جنگ جاری رکھیں گے یہاں تک کہ ان کا بس چلے تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر ہی کر رہیں۔"

اور ارشاد ہے:۔

"آپ سے یہود و نصاریٰ ہرگز خوش نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے پیرو نہ ہو جائیں۔"

یہ ہے کفار و مشرکین کی گندی فطرت، یہ ہیں ان کے ناپاک ارادے اور مجاہدین کے خلاف پوشیدہ جذبات، نہ صرف مجاہدین کے بلکہ روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمانوں کے خلاف۔

دشمن مسلمانوں سے صرف اسلئے جنگ کر رہا ہے کہ انھوں نے اپنے رب کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے۔ اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے، وہ پوری کوشش کر رہا ہے کہ ہمارے عقائد کی بیخ کنی کر دے، اسے ہم سے صرف اس لئے عداوت ہے کہ ہم اپنے رب پر ایمان کا اعلان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

"ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اسکے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور سزاوار حمد ہے۔"

اس نے ہم پر اس لئے حملہ نہیں کیا کہ ہمارے پاس دولت و ثروت کی فراوانی اور معاش کے قدرتی وسائل کی کثرت ہے، بلکہ حملہ کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں اور وہ اسلام کو اپنے باطل وجود کے خلاف اعلان جنگ سمجھتا ہے، وہ ہم سے اس لئے برسر پیکار ہے کہ افغانستان کی ابھرتی ہوئی اسلامی تحریک اس کے نارواوجود کے لئے پیام موت ہے، اس نے اس تحریک کو کچلنے کے لئے پیش قدمی کی ہے۔ مگر خدا کو کچھ اور منظور ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ یہ دعوت و تحریک اور اس کی قیادت کرنے والی مسلم جماعت توپ و بارود اور مشین گن کی گولیوں کے سایہ میں پھلتی پھولتی اور بڑھتی رہے،

دعوت کا تو یہ مزاج ہی ہے کہ داعیان حق مصائب و آلام اور رکاوٹوں میں زندگی بسر کرنا سیکھیں۔ اور راستہ میں آنے والی چٹانوں پر کاری ضرب لگا کر حق کی صدا بلند کریں، تاکہ کانٹوں میں پھول کھلیں اور کھلتے رہیں۔ دشمن کے حملہ کا دوسرا محرک یہ ہے کہ وہ افغانستان کو اپنا سامراجی فکر کی نشر و اشاعت کے لئے مرکز بنانا چاہتا ہے کیونکہ یہی وہ قریب ترین راستہ ہے جس کے ذریعہ وہ گرم سمندر تک پہنچ سکتا ہے اور عالم اسلام کو اپنے دائرہ میں لے سکتا ہے، دشمن کے منصوبے اور سازشیں مسلمانوں کے تصور سے کہیں زیادہ ہیں۔ وہ عقیدۂ توحید اور اسلامی فکر کو صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتا ہے لیکن آپ کے مجاہد بھائی جنھوں نے دین کی حفاظت میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے ان منصوبوں اور سازشوں سے پوری طرح آگاہ ہیں، وہ پوری فہم و بصیرت کے ساتھ خطرات کے مقابلہ کے لئے اٹھے اور ایسی ہمت و شجاعت سے مقابلہ کیا کہ تمام سازشوں کے تار و پود بکھیر دیئے۔ وہ اس فکری تحریک کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو گئے اور اس کی راہ میں ایسی دیوار حائل کر دی کہ اب اس کے اثرات آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ وہ دیوار ہے جسے افغانی مجاہدین کے آٹھ ہزار شہیدوں کے خون سے تعمیر کیا گیا ہے۔ . . . اسلام کے گراں بہا مدرسہ کے نونہالوں کے جسم سے تعمیر کیا گیا ہے۔ . . . اس پاکیزہ خون سے تعمیر کیا گیا ہے جسے افغانستان کی زمین پر اس لئے بہایا گیا ہے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور عبادت و بندگی اللہ ہی کی ہونے لگے۔ . . . ہم نے اللہ کے دشمنوں سے محض اس کے حکم کی تعمیل میں جنگ کی ہے۔ ارشاد ہے:

"ان مشرکین سے جنگ کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے انہیں عذاب دے گا۔"

واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں عذاب دینے کے لئے ہمیں ذریعہ بنایا ہے، روسی فوجیوں سے جب کہا جاتا ہے کہ آؤ مجاہدین سے لڑیں تو وہ پکار اٹھتے ہیں کہ ہم ان سے لڑنا نہیں چاہتے، اگر تم ہمیں قتل کرنا چاہتے ہو تو اپنے ہاتھوں سے ہمیں قتل کر دو۔ . . . ہم نہیں جائیں گے۔ آپ یقین کریں ایسا بھی ہوا ہے کہ مجاہدین نے روسی فوج کو لکڑی کے معمولی ڈنڈوں سے مار بھگایا اور اس کا ہتھیار چھین لیا۔ ہم نے اسی ہتھیار سے جو ہمارے خلاف استعمال ہونے کے لئے تیار کیا گیا تھا، روسیوں کا مقابلہ کیا اور انھیں ایسے سبق دئے جو کبھی فراموش نہیں کئے جا سکتے۔ ہم نے انھیں ایسے دام میں پھنسا دیا ہے جس سے وہ نکل نہیں سکتے۔ . . . ہم شجاعت و بہادری اور فتح و کامرانی کے وہ نقوش چھوڑ رہے ہیں جن پر عالم اسلام بجا طور پر فخر کر سکتا ہے، بلکہ ہر باخبر انسان انھیں باعث فخر سمجھے گا، لیکن اس کے لئے ہم نے بڑی قربانیاں دی ہیں، اللہ کی راہ میں جان دینا ہمارے لئے سب سے بڑی سعادت ہے۔ جو موت سے ڈرتا ہے اس کے لئے ابدی موت یقینی ہے جسے وہ خود گلے لگا رہا ہے اور جو اللہ کی راہ میں جان دینا پسند کرتا ہے وہ حیات سرمدی کی آغوش میں جا رہا ہے۔

برادران اسلام! آپ کے افغانی بھائی موت کا تعاقب کر رہے ہیں، انھوں نے اللہ کی راہ میں جان و مال سب کچھ پیش کر دیا ہے۔ انھوں نے کسی حال میں اللہ کو فراموش نہیں کیا۔ توپ اور گولیوں کی گھن گرج میں جہاد کرتے ہوئے ان کی زبان پر "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" کا زمزمہ ہوتا ہے، اور جب سارے درائع مسدود ہو جاتے ہیں اور میدان جنگ میں ان کا کوئی حامی و مددگار نہیں ہوتا اس وقت بھی وہ "وما النصر الا من عند اللہ" کا نعرہ بلند کرتے ہیں، وہ کسی امداد کی توقع میں اپنا جہاد موقوف نہیں کرتے، بلکہ پورے عزم و ارادہ کے ساتھ جنگی محاذ پر ثابت قدم ہیں، انھوں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ اس وقت تک دشمن کے مقابلہ سے پیچھے نہیں ہٹیں گے، جب تک کہ ایک ایک فرد شہید نہ ہو جائے، وہ اس راہ میں پیش آنے والی ساری مشکلات کو اپنی اہمیت کی دلیل اور جنت کے نقوش راہ سمجھتے ہیں۔ وہ جنت جس کے راستہ میں کانٹے ہیں، اس لئے جو وہاں تک پہنچنا چاہتا ہے اسے کانٹوں سے گذرنا ہوگا اور تلوار کی

دھار پر چلنا ہوگا۔

جنت کی راہ ہموار نہیں ہے۔ قرآن صاف صاف اعلان کرتا ہے:-

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر ان لوگوں کے حالات پیش نہیں آئے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ انھیں تنگی اور سختی پیش آئی، اور انھیں ہلا ڈالا گیا، یہاں تک کہ پیمبر اور جو لوگ ان کے ہمراہ ایمان لائے تھے بول اٹھے کہ اللہ کی امداد آخر کب آئے گی سن لو اللہ کی امداد یقیناً قریب ہے"۔

آج عالم اسلام غفلت کی نیند سو رہا ہے اور مسلمان ان تجارتوں میں مشغول ہیں، جو انھیں دردناک عذاب سے بچا نہیں سکتیں، وہ کچھ دن نفع اندوز ہوں گے، پھر دوسرے لوگ فائدہ اٹھائیں گے لیکن آپ کے افغانی بھائیوں نے صحیح تجارت پالی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی تجارت کا راستہ بتا دیا ہے جو انھیں دردناک عذاب سے بچائے گی۔ سنئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

"اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچا لے۔ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے، اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو"۔

یقیناً انھوں نے صحیح تجارت کی راہ پالی ہے جو اس دن نفع بخش ہوگی جب مال و اولاد انسان کے کام نہیں آئیں گے۔ جب ہر شخص اپنی فکر میں سرگرداں ہوگا اور اہل و عیال اور اعزہ و اقربا سب فراموش ہو جائیں گے۔

معزز بھائیو! آپ کے افغانی بھائیوں نے حالات کا صحیح اندازہ کر لیا ہے، انھوں نے ایمان و عقیدہ کی طاقت محسوس کر لی ہے اگر مسلمان اسلام کی طاقت کا اندازہ کر لیں تو وہ بڑے سے بڑے طاغوت کے سامنے بھی سرنگوں نہیں ہو سکتے اور پھر ساری دنیا پر اپنی حکومت کا پرچم لہرا سکتے ہیں۔

طارق ابن زیاد اور موسیٰ بن نصیر نے توپ، راکٹ اور ٹینک سے نہیں بلکہ عقیدہ و ایمان کی طاقت سے یورپ کا قلب و جگر چاک کیا تھا، محمود غزنوی ہوائی جہاز اور توپ کے بل پر نہیں بلکہ صرف ایمان و عقیدہ کے سہارے ہندوستان میں داخل ہوئے۔ صحابۂ کرام جو دعوت کی راہ کے مجاہدین کے لئے رشد و ہدایت کے منارے ہیں انھوں نے ہوائی جہاز جیسے جنگی وسائل کے ذریعہ مشرق و مغرب میں ضیا پاشی نہیں کی ہے بلکہ ایمان کی حرارت، عقیدہ کی طاقت اور اللہ کی اطاعت سے قیصر و کسریٰ کی شان و شوکت کو توڑا ہے۔

روسی ہمارے نزدیک سایہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ آپ کے بھائیوں نے جو زمین کو بچھونا اور آسمان کو اوڑھنا بنا کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ روسیوں کے لئے افغانستان کی وسیع زمین تنگ کر دی ہے۔ ہم نے کابل میں روسی سفارت خانہ پر حملہ کا منصوبہ بنایا جہاں سخت پہرہ تھا لیکن مجاہدین کی ایک مختصر تعداد نے اندر داخل ہو کر وہاں موجود افراد کو قتل کر دیا اور صرف ایک مجاہد شہید ہوا۔ باقی صحیح سالم نکل آئے ابھی اس واقعہ کو ایک مہینہ بھی نہیں ہوا ہے۔

روسی ہمارے لئے کچھ نہیں ہیں، لیکن ہم جہاد سے دور ہو گئے ہیں، دین حنیفی سے ہمارا رشتہ کمزور ہو گیا ہے اور ہمارے اندر دینی غیرت کا جذبہ سرد پڑ چکا ہے، اس لئے دشمن نے حملہ کر کے ہمیں نگلنے کی جرأت کی ہے۔ وہ افغانستان کو کمیونسٹ ملک چیکوسلواکیہ کی طرح لقمۂ تر سمجھتا ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ یہ لقمہ کانٹوں سے پُر ہے، اگر اس نے نگلنے کی کوشش کی تو حلق چھل جائیگا اور آنتیں کٹ جائیں گی۔

ہمارے دشمن کی کیا حیثیت ہے اور ہمارے عزائم کیا ہیں! ایمان کی دیوار ایسی کچی دیوار نہیں جو توپوں اور ٹینکوں سے منہدم کی جائے۔ وہ تو ابدی قوت ہے جو ہر زخم میں مومن کی رفیق ہوتی ہے۔ بشرطیکہ اللہ پر اسے پورا اعتماد ہو اور ایمان سے اس کا دل معمور ہو۔ شاید آپ نے سنا ہوگا کہ مجاہدین کو خارجی امداد اور اسلحہ ملتے ہیں، مگر میں اعلان کرتا ہوں کہ افغانستان کی مجاہد قوم کے عقیدہ کے سوا اس جہاد کی کوئی اور طاقت نہیں ہے۔

افغانی مسلمانوں نے ایک سرکش کے مقابلہ کے لئے دوسرے سرکش کو آغوش میں نہیں لیا ہے۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہی ایمانی طاقت تمام باطل طاقتوں کے پرخچے اڑا دے گی، وہ دن دور نہیں ہیں جب عالم انسانیت ناپاک دشمن کے شرور و فتن سے نجات پا جائے گا۔

حضرات گرامی! اگر مسلمانوں کے اندر اپنی ذمہ داری کا احساس بیدار ہو جائے، اور وہ اپنے عقیدہ و ایمان کی قوت محسوس کر لیں تو دنیا کی کوئی طاقت ان سے ٹکر نہیں لے سکتی۔

یہ جہاد سے پہلو تہی کا نتیجہ ہے کہ ہم ذلیل و خوار ہیں۔ اسلام کو چھوڑ کر ہم دیگر نظامہائے حیات میں شان و شوکت کی جستجو کر رہے ہیں، اس لئے ہم کمزور ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کی فتح کے بعد مجاہدین سے خطاب کرتے ہوئے بالکل سچ کہا تھا کہ، "اللہ نے تمہیں اسلام کے ذریعہ سربلندی عطا کی ہے، اگر تم اسلام کے علاوہ کہیں اور سربلندی چاہو گے تو اللہ تمہیں ذلیل کر دے گا۔"

یہ واقعہ ہے کہ جب تک مسلمان جہاد کرتے رہے انسانیت کی قیادت کی لیکن جب وہ جہاد سے دور ہوئے تو دشمنوں نے ہر طرف سے ان پر یلغار کی اور ان کی طرف اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے بھوکے کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

ہم نے دینی غیرت کھو دی ہے اسی لئے جب ہم دشمن کے ظلم و جور کا حال سنتے ہیں تو ہماری غیرت میں ذرا بھی حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ کاش ہماری غیرت میں وہی حرکت پیدا ہوتی جو غیرت صدیقی میں تھی، کاش! ہمارے اندر بھی وہی احساس بیدار ہوتا کہ ہم اپنی زندگی دین کی زندگی میں سمجھتے اور اپنی موت دین کے نقصان میں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب مسلمانوں کی ایک جماعت دین سے پھر گئی اور زکوٰۃ کا انکار کیا تو صدیق اکبرؓ اس سے جنگ کے لئے آمادہ ہوئے، بعض صحابہؓ نے مشورہ دیا کہ جنگ نہ کی جائے۔ اس وقت حضرت صدیقؓ نے یقین و اعتماد کے لہجہ میں فرمایا:-

"کیا میرے جیتے جی دین میں قطع و برید کی جائے گی، بخدا اگر انھوں نے اونٹ کی ایک رسی دینے سے بھی انکار کیا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں ان سے قتال کروں گا"۔

یہ ہے دینی غیرت جو دلوں میں محبت کی شمع فروزاں کرتی ہے۔ اسی غیرت و حمیت کا اثر تھا کہ کسی ایک شخص کو بھی انکار کی جرأت نہ ہوئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ سب کے دین کی تکمیل کر دی۔

برادران ملت! ہم آپ کو اطمینان دلاتے ہیں کہ جس طرح اسلام ہمیشہ غالب اور سربلند رہنے کے لئے آیا ہے اسی طرح مسلمان بھی غالب رہیں گے اور اللہ کی جماعت کے غلبہ میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ انشاء اللہ مجاہدین فتحیاب ہوں گے اور مسلمانوں کی سرزمین افغانستان میں دین حق کی صدا بلند ہوگی۔ ہم اسلامی حکومت اور اور اسلامی شریعت کی شان و شوکت بحال کر کے رہیں گے اور دشت و جبل اور وادی و کوہسار میں لا الٰہ محمد رسول اللہ کا علم بلند کر کے دم لیں گے۔

(تبصرہ کتب)

(ہر کتاب کے دو نسخے تبصرہ کے لئے آنا ضروری ہیں)

# مطالعہ کی میز پر

شمس تبریز خاں

ماہنامہ نصرۃ الاسلام (خصوصی شمارہ) مدیر مولوی حبیب اللہ صاحب۔ صفحات ۱۰۰
پتہ: شعبۂ اشاعت انجمن نصرۃ الاسلام۔ سری نگر، کشمیر

انجمن نصرۃ الاسلام، کشمیر کی ایک قدیم و عظیم دینی و تعلیمی تحریک ہے جسے میر واعظ مولانا رسول شاہ صاحبؒ نے ۱۸۹۶ء میں قائم کیا تھا، یہ انجمن اب تحریک کی شکل اختیار کر گئی ہے اور کشمیر میں علم و دین کے فروغ کے لیے سرگرم عمل ہے۔ میر واعظ مولانا محمد فاروق صاحب کی سرپرستی میں انجمن کا رسالہ بھی 'نصرۃ الاسلام' کے نام سے شائع ہوتا ہے جس کا یہ خصوصی شمارہ اس کے محترم بانی سے منسوب ہے اور جس میں مشاہیر ملت نے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

اس مختصر سے نمبر سے بھی میر واعظ مرحوم اور ان کی قائم کردہ انجمن کے بہت سے پہلو سامنے آجاتے ہیں اور اُن سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ ضرورت ہے کہ کشمیر میں دعوت و ثقافت اسلامی کی مکمل تاریخ مرتب کی جائے جسے انجمن نصرت الاسلام بخوبی انجام دے سکتی ہے۔ سردست یہ رسالہ بھی بساغنیمت اور ثمر پیش رس ہے۔

---

**کلام اطہر:** از سید اطہر حسین صاحب صفحات ۳۲۰ قیمت ۲۰ روپے
پتہ: سید اطہر حسین، ۲۔ نرسری کمپاونڈ۔ مال روڈ۔ لکھنؤ

یہ جناب اطہر حسین صاحب کا تیسرا مجموعۂ کلام ہے جو حسب سابق زیادہ تر غزلوں اور کم تر نظموں پر مشتمل ہے۔

اطہر صاحب اردو، انگریزی کے معروف اہل قلم ہیں۔ اردو، انگریزی میں ان کے زود نویس قلم سے تقریباً دو درجن کتابیں نکل چکی ہیں، ان کی شعر گوئی کی عمر اگرچہ کم ہے، لیکن ان کے نتائج فکر تین مجموعوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں جس سے ان کی زود گوئی، فنی انہماک اور ذوق سخن کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی زبان صاف ستھری، سادہ و آسان اور عام فہم ہے۔ خیالات و افکار میں بھی انھوں نے وقت و پیچیدگی اور رمز و ایما کے بجائے راست گفتاری، صاف گوئی، سہولت پسندی، اور میانہ روی سے کام لیا ہے۔ کہیں کہیں سادگی و سلاست کے ساتھ نثریت آگئی ہے اور شعری آہنگ کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ علامت و رمزیت تغزل اور شاعری کی جان ہوتی ہے جس سے افسوس ہے کہ بہت کم کام لیا گیا ہے۔ جہاں کہیں تصوف و عرفان، داخلی کیفیات و تاثرات اور ذاتی تجربات سے کام لیا گیا ہے اور احساس میں خدرت پیدا ہوئی ہے وہاں تغزل کی روح نکھر کر سامنے آئی ہے، اس مجموعے میں شاعر کے سوز دروں، اور داخلی کیفیات و محسوسات، اور زندگی و زمانے کے متعلق تاثرات میں اضافہ اور ارتقا محسوس ہوتا ہے جو ایک خوش آئند علامت ہے۔ بہ حیثیت مجموعی یہ مجموعہ سادگی و شگفتگی، پاکیزہ غزل گوئی، سلاست طبع اور فکری توازن و اعتدال کا ایک اچھا نمونہ ہے۔

---

**اقامت اور قیام مقتدی:** از مولانا ظل الرحمن صاحب صدیقی۔ صفحات ۳۲ قیمت دو روپے
پتہ: مکتبہ رحمانی، مسجد چال روم ۲۱، بازار گلی، ہنس روڈ۔ بمبئی ۱۱

مقتدیوں کے قیام کے متعلق اس رسالے میں مفتی محمد شفیع صاحب، مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی، مولانا اشرف علی صاحب رحمہم اللہ اور دیوبند کے موجودہ مفتی مولانا نظام الدین صاحب کے فتاویٰ نقل کر دیے گئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے مقتدیوں کو ابتدائے تکبیر کے وقت کھڑا ہو جانا بہتر ہے جس کی مصلحت اہتمام صلاۃ اور تسویۂ صف ہے۔ مرتب رسالہ نے اس رسالے کے ذریعہ اس مسئلے کے متعلق مستند مواد جمع کر دیا ہے۔ جس سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

---

**اختلافی مسائل:** مولف و پتہ مذکورہ بالا، صفحات ۸۰ قیمت: تین روپے

اس رسالہ میں علمائے دیوبند و بریلی کے درمیان اختلافی مسائل، علم غیب، سجدۂ تعظیمی، طواف قبر، قوالی و عرس وغیرہ کے متعلق علمائے دیوبند و بریلی کی مستند کتابوں کے اقتباسات درج کر دیے گئے ہیں جن سے فریقین کے خیالات کا تقابلی مطالعہ کرنے والوں کے لیے سہولت ہو گئی ہے۔ مؤلف کا جذبۂ اصلاح قابل قدر ہے کہ انھوں نے بھی مسلک حق کی اشاعت میں حصہ لیا۔ البتہ ان مسائل کا اور گہرائی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

---

**ضیاء البدر:** از مولوی احمد رفیع صاحب ندوی، صفحات ۸۰
پتہ: مدرسہ عربیہ بدریہ، نگرام، لکھنؤ

مدرسہ عربیہ بدریہ نگرام کو آج سے ۵۰ سال پہلے جناب مولانا سید محمد عبدالغفار صاحب ندوی نگرامی نے قائم کیا تھا جس سے ندوہ کے علماء و اساتذہ کا دیرینہ تعلق رہا ہے اور جس کے متعدد فضلاء کی ابتدائی تعلیم وہاں ہوئی ہے اس طرح اس مدرسہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کی دلچسپ روداد مدرسہ کے ایک قدیم طالب مولوی احمد رفیع صاحب ندوی کے قلم سے بڑے شگفتہ انداز میں مرتب ہو گئی ہے۔

بمبئی میں
خالص گھی اور
میوہ جات سے بھرپور
مٹھائیاں اور حلویات
عمدہ و لذیذ
سلیمانی افلاطون
ان کے علاوہ خصوصی پیشکش
ڈرائی فروٹ برفی
بلیک کیک • قلاقند • ملائی • برفی • کوکو ملائی برفی
ہمیشہ کے تازہ و خستہ
بسکٹ
اور
نان خطائیاں
خریدنے کا قابل اعتماد مرکز
سلیمان عثمان مٹھائی والے
مینارہ مسجد کے نیچے، بمبئی
فون 320059
بیکری — ۳۳۔ محمد علی روڈ بمبئی ۳

طلبہ کا صفحہ

# اسلام اور مستشرقین

محمد مقبول بٹ کشمیری

اسلام اُس خالق کائنات کا نازل کردہ دین ہے جو انسان کے رگ و ریشہ اور اس کی فطرت سے پوری طرح آگاہ ہے اور ہر دور میں انسان کو پیش آنے والی ضروریات سے بخوبی واقف ہے، اَلا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر۔ لہذا اس کے دین کے اندر ہر دور کے انسان کے لئے رہبری اور رہنمائی کی کامل صلاحیت موجود ہے، یہ مذہب بدھ ازم، ہندو ازم، جین ازم یا سینٹ پال کی مسیحیت کی طرح نہیں ہے کہ ایک لمحہ میں دوسرے نظریات کے اندر تحلیل ہو کر رہ جائے، بلکہ اس کے اندر خالق کائنات نے تمام انسانی وضع کردہ نظریات کے خلاف اپنی برتری اور فوقیت کو ثابت کرنے کی صلاحیت و قوت ودیعت فرمائی ہے، لہذا ابتداء آفرینش سے ہی اس شمع حق کو بجھانے کی جتنی بھی کوششیں کی گئیں سب ناکام ثابت ہوئیں اور اسلام کا نور سیل رواں کی طرح سے بحر و بر، آب و گیاہ کھیتوں کو سیراب کرتا چلا گیا۔ (اسلام کا دوسرا نام حق ہے اور اسلام کے علاوہ جو کچھ ہے وہ باطل اور جاہلیت ہے) باطل پرستوں اور جاہلیت کے علمبرداروں نے ہمیشہ سے اسلام کو دوسرے مذاہب کی طرح سے کمزور و نقائص سے پُر اور ایک مجرد فلسفہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے لئے لیلاً و نہاراً ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے رہے ہیں اور اپنی تمام صلاحیتوں اور قوتوں کو استعمال میں لاتے رہے ہیں، لیکن اسلام کے مقابل کوئی جامع اور مانع فلسفہ جات اور نظریہ پیش کرنے سے ہمیشہ عاجز رہے ہیں۔ اسلام کے ساتھ یہ باطل پرستوں کی دشمنی اور منافرت دورِ قدیم سے چلی آرہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہود و نصاریٰ اس سلسلہ میں پیش پیش رہے ہیں، خصوصاً یہودیوں کا کردار تو بہت ہی گھناؤنا رہا ہے، دن رات اسلام کے خلاف سازشوں میں صرف کرنا ان حضرات کا پیشہ بن چکا ہے، تمام عالم اسلام میں محرف شدہ یہودیت اور عیسائیت کو عام کرنے کے لئے ان کے قائم کردہ مشن اسکول (Mission schools) اور تبلیغی جماعتیں دن رات کام میں لگے ہوئے ہیں اور ہر ممکن طریقہ سے مسلمانوں کو اپنے دین سے ہٹانے اور جاہلیت کی طرف لوٹانے میں مشغول اور برسرِ پیکار ہیں لیکن یہ طور و طریقے عامی مسلمانوں کے لئے تو مفید ہو سکتے تھے لیکن ذہین اور سنجیدہ طبقے کو متاثر کرنے کے لئے کافی نہیں تھے کیونکہ اسلام کا دین کامل ہونا ہر حیثیت سے معلوم ہو چکا ہے چاہے وہ فلسفہ کی تراشی ہوئی کسوٹی ہو یا سائنس کی خصوصاً سائنسداں حضرات جتنا اپنی تحقیقات کو آگے لیجا رہے ہیں اتنا ہی ان کی حیرت و سراسیمگی میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور وہ unseen forces کے الفاظ استعمال کر کے خالق کائنات کا اقرار کرنے لگے ہیں، لہذا ان یہودی اور عیسائی مشنریوں نے متفقہ طور سے طے کر لیا کہ اسکالرس کی ایک جماعت کو وجود میں لایا جائے جس کو علوم شرقیہ سے دلچسپی ہو خصوصاً اسلامیات کے ساتھ اور وہ اسلام کو اتنے اعلیٰ ادبی اسلوب اور دلنشیں پیرایہ میں بیان کر سکیں کہ ایک قاری کے ذہن میں شکوک و شبہات اور غیر یقینی کی کیفیات پیدا کرنے میں بھی کامیابی حاصل کر سکیں، اس طرح پر کہ قاری یہ محسوس نہ کرنے پائے کہ اس کو شربتِ قند کے روپ میں زہر ہلاہل گھول کر پلایا جا رہا ہے تاکہ امت مسلمہ کے ذہین طبقے کے اذہان میں دین کے بنیادی سرچشموں قرآن و سنت کے خلاف مختلف شکوک و شبہات ڈال کر ان کے یقین اور اذعان کو متزلزل کر کے تجدد کے قرآن و سنت کی شاہراہ سے ہی ہٹا دیا جائے چنانچہ اس طبقے نے دین کے مختلف شعبوں تفسیر، فقہ، حدیث، تصوف وغیرہ کے سلسلہ میں مستقل کتب خانے تیار کر دئے ہیں اور ہر شعبے کے متعلق یونیورسٹیاں اور تحقیقی ادارے منظم کئے ہیں اور پوری دنیا کے اندر یہ حضرات اپنے ہزاروں شاگرد پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

اس گروہ مستشرقین (orientalists) کا طرز فکر قریب قریب وہی ہے جو مادہ پرستوں (Materialists) کا ہے کہ ہر شئی کو مادی پیمانوں سے ناپنا، جو چیز بھی اس معیار پر نا اترے اسے بے دھڑک رد کرتے چلے جانا اور جہاں رد کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو وہاں طرح طرح کی تاویلات سے کام لینا اور قاری کو ہر ممکن طریقے سے اپنی متعین طرز فکر کا قائل کرتے چلے جانا اور اس سلسلہ میں طرح طرح کے دلائل قائم کرنا اور ساتھ ساتھ غیر معروف ماخذوں کے حوالے بھی۔

یہ مستشرقین حضرات عالم اسلام کے اندر بھی اپنے سیکڑوں شاگرد پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں، چنانچہ اس گروہ مستشرقین کے طرز فکر کو عالم اسلام میں عام کرنے کا سہرا ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری کے سر ہے جس کو ادب عربی کے ادب جدید کے معماروں میں شمار کیا جاتا ہے اور جو ابتدا ہی سے فرانسیسی تہذیب کے دلدادہ رہے ہیں، طٰہٰ حسین کی تحریروں میں مستشرقین کا طرز فکر اس شخص پر جو قرآن و سنت کے بنیادی سرچشموں اور محققین سلف کی تحقیقات و آراء کے ساتھ ساتھ مستشرقین کی آراء سے واقف ہو مخفی نہیں رہ سکتا خصوصاً ان کا یہ طرز فکر ان تحریروں میں نمایاں نظر آتا ہے جہاں انھوں نے صحابہ کرام اور دیگر اسلامی موضوعات پر قلم اٹھاتے ہوئے اپنے خیالات و افکار کا اظہار کیا ہے۔ طٰہٰ حسین کے ہاں ادبی اسلوب و ادبی فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے جس نے جدید ذہین طبقے کو ان کی کتابوں کے مطالعے کی طرف متوجہ کیا، چونکہ طٰہٰ حسین نے صحابہ کرام اور چند دیگر اسلامی مسائل پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ لہذا جو شخص بھی ان کی تحریروں کا مطالعہ ان کو محقق سمجھ کر کرتا ہے اس کے اندر بھی مستشرقین کا طرز فکر سرایت کر جاتا ہے اور وہ دینی فہم تک کو مستشرقین کی تحریروں سے ہی حاصل کر لینے کی کوشش کرتا ہے بجائے قرآن و سنت کے بنیادی سرچشموں اور محققین سلف کے طریقے سے اعراض کر کے مستشرقین کو دین کا اصل نمائندہ سمجھ بیٹھتا ہے۔ یہ کتنی حماقت اور بے عقلی و نادانی کی بات ہے کہ ایک شخص ان حضرات سے دینی فہم حاصل کرنے کے بجائے جن کا تقویٰ و طہارت، اخلاص و تفقہ فی الدین، خوف و خشیت، انسانی عبدیت اور دین حق کے لئے جانی و مالی قربانی تاریخ کے اندر ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اُن حضرات سے دین کا فہم اخذ کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں جن کی اسلام دشمنی اور یہودیت و عیسائی مشنری کی پیداوار ہونا ایک حقیقت ثابتہ ہے فاعتبروا یا اولی الالباب۔ کاش ان حضرات نے اپنے امام کی کتابوں کا مطالعہ بحیثیت ادیب کے کیا ہوتا، تو مستشرقین کی زد میں نہ آتے۔

اب مستشرقین حضرات کی تحریروں کا عالم اسلام میں اتنا اثر پڑا ہے کہ ان بعض کتابوں کو بالکل ماخذ کی حیثیت دے دی گئی ہے یہاں تک کہ ہمارے مستغربین حضرات کے ساتھ ساتھ علماء و فضلاء کے مقالات و تحریروں میں اس وقت تک جان نہیں پڑتی جب تک نہ کسی مشہور مستشرق کی کتاب کے حوالے یا خصوصاً مستشرقین کے ترتیب دئے ہوئے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام Encyclopaedia of Islam کے حوالے نہ ہوں چاہے محققین سلف کی کتابوں اور مستند ماخذوں کے حوالے نہ ہوں۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے سرورق پر ہی قاری کو یہ الفاظ ملتے ہیں:۔

Conducted by a specialised group of orientalists

(یعنی ماہرین مستشرقین کی ایک جماعت کا تیار کردہ) اس کے انڈکس (Index) میں شاید ہی دو تین مسلمان اسکالرس کے نام ملیں گے اور وہ بھی ظاہر ہے مستشرقین حضرات ہی میں ہو سکتے ہیں، اسی طرح سے مشہور مستشرق پروفیسر فلپ ہٹی Prof. Philip Hitti کی کتاب The history of Arab کو بھی بنیادی ماخذ کی حیثیت دے دی گئی ہے اور شاخت جیسے اسلام دشمن مستشرق کی کتابوں کو بھی۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ان تمام کتابوں کو جنھوں نے عالم اسلام کے اندر ماخذوں کی حیثیت اختیار کر لی ہے —— الحکمۃ ضالۃ المومن کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو بات ان کتابوں کے اندر صحیح ہو اس کو قائم رہنے



دیا جائے اور جو بات قرآن و سنت اور ہمارے محققین سلف کے فہم و آراء سے متصادم ہو اس کی پوری طرح سے نقاب کشائی کی جائے۔ یہاں پر مستشرقین کے ایک اور مکر و فریب کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ حضرات جہاں محسوس کرنا شروع کرتے ہیں کہ قاری کو یہاں پہنچ کر اس بات کا احساس ہونا شروع ہو جائے گا کہ اس کو قند پارسی کی صورت میں زہر ہلاہل گھول کر پلایا جا رہا ہے تو وہاں یہ حضرات کوئی صحیح یا اچھی بات لکھ ڈالتے ہیں اور اس میں ایک دو صفحے صرف کر ڈالتے ہیں اور پھر اپنے مطالب کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ لہذا ان کی صحیح بات بھی کلمۃ حق ارید بہ الباطل کا مصداق ہوتی ہے۔ چنانچہ ان حضرات کا یہ مادی طرز فکر اب ہمارے علماء و فضلاء کے اندر بھی سرایت کرنے لگا ہے اور دین و شریعت کے واضح کردہ بنیادی ارکان کی اصطلاحوں تک کے لئے بھی انھوں نے مادی تعبیروں کا استعمال اپنی تحریروں، تقریروں میں کرنا شروع کر دیا ہے، اس طرح سے یہ حضرات گویا دینی حصار کو توڑ کر دین کو بھی مادیت کی زد میں لے آنے میں کامیاب ہو رہے ہیں اور دین کو ایک مجرد و خشک فلسفہ و نظریہ کی شکل میں منتقل کرنے میں بھی گویا کامیابی ان حضرات کو حاصل ہوتی جا رہی ہے جہاں نہ عشق الٰہی اور عشق رسول ہی کی روح ہو نہ اخلاص و طہارت ہو، نہ خوف و خشیت اور انابت الی اللہ اور معبود حقیقی کے ساتھ عبدیت کے تعلق کا اظہار، ان حضرات نے قرآن و سنت کے خلاف طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کر کے عالم عرب کے اندر اس حد تک کامیابی حاصل کر لی ہے کہ انکار حدیث کا فتنہ وہاں بام عروج کو پہونچا ہوا ہے یہاں تک کہ متواتر بڑھتا چلا جا رہا ہے کہ یہ امت مسلمہ دین کی شاہراہ سے ہٹ کر مادیت ہی کے نذر ہو کر نہ رہ جائے۔

یہ مستشرقین حضرات اسلام اور مسلمانوں کے لئے دوست نما دشمن کی حیثیت رکھتے ہیں، کمیونسٹ ہوں یا سوشلسٹ یا دوسرے حضرات، ان کی اسلام دشمنی ظاہر و عیاں ہے، لیکن دوستی کے روپ میں دشمنی انتہائی خطرناک چیز ہوتی ہے، الغرض دوست نما دشمنوں کی وجہ سے عالم اسلام کے لئے جو عظیم خطرات اس وقت پیدا ہو گئے ہیں جن کی طرف ہم اوپر اشارے دے چکے ہیں، کیا دین و انسانیت کا درد رکھنے والے حضرات ان خطرات کو محسوس کرتے ہیں اور ان خطرات سے پیدا ہونے والے سنگین نتائج کی طرف توجہ کرتے ہیں؟ اور ان خطرات کے سد باب کی فکر کرتے ہیں؟ فھل من مدکر؟

"ان فی ذالک لذکریٰ لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید"۔

## بقیہ صفحہ ۳ : اداریہ

نے روزہ رہ کر رمضان میں اسرائیل سے جنگ لڑی اور جدید و بہتر اسلحہ کے باوجود اسرائیل کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے، اگر ہمارا ایمان قوی، ہمارا جذبہ صحیح ہے اور ہمارے عزائم نیک ہیں تو ہم بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرا سکتے ہیں اور اس کے عزائم کو خاک میں ملا سکتے ہیں۔

ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون ٥


ادارہ "رضوان" سلور جوبلی سال کے موقع پر پیش کر رہا ہے

ایک عظیم خاص نمبر

صحابیات نمبر

- ★ دینی جد و جہد اور تبلیغ اسلام میں صحابیات کا حصہ۔
- ★ جہاد اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے صحابیات کی کوشش۔
- ★ علم تفسیر، حدیث اور ادب کے فروغ میں صحابیات کا کردار۔
- ★ امور خانہ داری، تربیت اولاد اور اصلاح معاشرہ میں صحابیات کا طرز عمل
- ★ اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحابیات کی قربانیاں۔
- ★ محبت الٰہی اور محبت رسولؐ کے ایمان افروز واقعات۔

انشاء اللہ یہ سلور جوبلی نمبر قارئین کے لئے ایک نادر تحفہ ہوگا۔

انشاء اللہ یہ سلور جوبلی نمبر جنوری ۱۹۸۲ء کے پہلے ہفتہ میں منظر عام پر آجائے گا۔

۳۰ر دسمبر ۱۹۸۱ء سے قبل سالانہ خریداری قبول کرنے والوں کی خدمت میں یہ سلور جبلی نمبر مفت پیش کیا جائے گا۔

قیمت صحابیات سلور جوبلی نمبر ———— چھ روپے

سالانہ چندہ: ———— بارہ روپے

دفتر ماہنامہ "رضوان" ۳۷۔ گوئن روڈ، لکھنؤ (یو۔پی) انڈیا

(۲۲۶۰۰۱)



عباس علاء الدین اینڈ کمپنی

Abbas Alauddin & Co.

WHOLESALE AND RETAIL TEA MERCHANTS.

14, Haji Building, S. V. Patel Road,
Null Bazar, BOMBAY, 3.
Tele: Add. CUPRETTLE
Phone: 832238 — 378054

| | |
|---|---|
| اسپشل مکسچر | کپ برانڈ |
| اسپشل ممری | گولڈن ڈسٹ |
| ہوٹل مکسچر | فلاور بی، او، پی |
| سوداگر مکسچر | سوپر ڈسٹ |

۳۴۔ حاجی بلڈنگ، ایس، وی، پٹیل روڈ
نل بازار
بمبئی ۳